اسلام

دورِ جدید اور اجتہاد

تصنیف

برطانوی مفکر، کیمبرج یونیورسٹی کے محقق و دانشور

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب (نومسلم)

مترجم

مولانا محمد اسمعیل (برمنگھم، یو کے)

رضا اکیڈمی یو کے آزاد کشمیر

اسلام دورِ جدید اور اجتہاد

مصنف

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون (نومسلم) برطانیہ

مترجم

مکرم جناب محمد اسماعیل صاحب، برمنگھم (یوکے)

مرتب

الحاج پیر محمد الیاس چھتروہی قادری، کشمیری

بانی رضا اکیڈمی (انٹرنیشنل)

ناشر

رضا اکیڈمی سٹاکپورٹ، یوکے (برطانیہ)

Tel: 0161-477 1595

نام کتاب	اسلام دورِ جدید اور اجتہاد
مصنف	پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون (نومسلم) برطانیہ
مترجم	مکرم جناب محمد اسماعیل صاحب، برمنگھم (یوکے)
پروف ریڈنگ	حضرت علامہ مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری
مرتب	الحاج پیر محمد الیاس چھتروہی قادری، کشمیری بانی رضا اکیڈمی (انٹرنیشنل)
باراول	ربیع الاول ۱۴۲۶ ہجری/اپریل 2005ء
ناشر	Raza Academy (International) 138-Northgate Road, Stockport, SK3 9NL, U.K.

رضا اکیڈمی کی شاخیں

رضا اکیڈمی: داتا دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور
رضا اکیڈمی: مدینہ مسجد سیکٹر سی 2 میرپور آزاد کشمیر
رضا اکیڈمی: 104 جیسولی بریلی، یوپی (انڈیا)

پاکستان میں ڈسٹری بیوٹر: علمی پبلشرز داتا دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور
مکتبہ اشرفیہ مرید کے ضلع شیخوپورہ
انڈیا میں ملنے کا پتہ: رضا اسلامک اکیڈمی 104 جیسولی، بریلی، یوپی (انڈیا)

اس کتاب کو "رضا اکیڈمی سٹاکپورٹ یوکے" کی سلور جوبلی کے موقع پر شائع کیا گیا

فہرست

عرضِ مترجم

اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ نومسلم پروفیسر ڈاکٹر ہارون کی ایک کتاب کا ترجمہ قارئین کی خدمت میں پہلی مرتبہ پیش کیا جا رہا ہے۔ ترجمہ کے لیے یہ کتاب رضا اکیڈمی سٹاک پورٹ برطانیہ سے محترم محمد الیاس کاشمیری نے دی اور ان کی فرمائش پر اس کتاب کا ترجمہ کیا گیا ہے ترجمہ شروع کرنے سے پہلے میں نے کتاب کا بغور مطالعہ کیا تو مجھے اپنی کم علمی اور دوسری طرف پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کی علمی گہرائی کا اعتراف کرنا پڑا۔ کیونکہ پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے جس موضوع پر قلم اٹھایا ہے یہ موضوع عالمی سطح پر عموماً اور اسلامی دنیا میں بالخصوص قابلِ تشریح ہے کیونکہ اس موضوع پر کئی نام نہاد مفکرین نے من پسند تشریحات اور توضیحات کی ہیں مگر انہوں نے اپنے مخصوص خیالات کو اسلام کا لبادہ پہنا کر پیش کیا لیکن ان تشریحات اور توضیحات کا اسلام سے دور دور کا واسطہ بھی نہ تھا اور اس طرح ان مفکرین نے اسلامی تشریحات و توضیحات کو اہلِ علم اور عوام الناس دونوں سے چھپایا۔ کیونکہ اس موضوع کی اصلی اور حقیقی توضیح و تشریح کرنے سے انہیں اقتدار، جاہ و جلال عزیز تھا اور اس طرح کتمانِ حق کے مجرم ہوئے اور قرآنِ مجید کی اس آیت کا مصداق بنے۔

ترجمہ: ''کیا تم لوگوں کو نیکی (نظامِ اسلام) کی دعوت دیتے ہو

لیکن اس دعوتِ اسلام میں تمہیں اپنی اصلاح کا خیال ہی نہ رہا حالانکہ تم قرآنِ مجید پڑھتے بھی ہو۔ حقیقت تمہاری عقلوں پر پردہ پڑ چکا ہے۔''

ایک اور آیتِ کریمہ میں ان لوگوں کے بارے میں خالقِ کائنات نے انھیں کتمانِ حق کے نام سے پکارا۔ کیونکہ ذاتی مفاد کی خاطر قرآنِ مجید کے معانی و اسالیب میں تبدیلی نے انہیں رحمتِ خداوندی سے دور کردیا۔ غیر مسلموں نے قرآنِ مجید میں لفظی تبدیلی کی کوشش کی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔ لیکن انہیں لوگوں کی سازشوں نے مسلمانوں میں سے ایسے لوگوں کو اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے خریدا جو لفظی تبدیلی کی جرأت تو نہ کر سکے ۔ لیکن معانی و مفاہیم میں تبدیلی کے مرتکب ہوئے انہیں کرتوتوں کی وجہ سے آج پوری امت مسلمہ خمیازہ بھگت رہی ہے۔ لیکن جہاں اللہ تعالیٰ نے فرعون کو پیدا کیا۔ وہاں موسیٰ علیہ السلام کو بھی حق کی آواز بلند کرنے کے لیے پیدا فرمایا۔ ابوجہل کے مقابلے میں سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت کا مقصد بھی حق کو بلند کرنا تھا۔ شیطانی قوتوں کے مقابلے میں رحمانی قوتیں بھی اپنا وجود رکھتی ہیں قرآنِ مجید میں معنی کی تبدیلی کے اس دور میں امام احمد رضا فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد بالقلم کیا اور ان لوگوں کے مقاصد سے عوام الناس کو آگاہ کیا کہ انہیں پاکباز لوگوں کی جدوجہد جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ہمیں شیطانی ٹولے کے بجائے رحمانی گروہ میں پیدا فرمایا۔ اس صراطِ مستقیم کی حفاظت کے لیے اس دور میں بھی اہلسنت نے اپنا فریضہ باحسن وخوبی نبھایا۔

قارئین کی آگاہی کے لیے یہ بتانا ضروری ہے کہ پروفیسر ڈاکٹر محمد

ہارون ایک نومسلم انگریزی محقق ہیں اور کیمبرج یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کیا ہے۔ ان کی علمی گہرائی کا اندازہ آپ خود کتاب پڑھ کر لگا سکتے ہیں۔

قارئین کی سہولت کے لیے میں نے ڈاکٹر صاحب کی کتاب میں ہر باب کے تحت اہم موضوعات کے عنوانات کا اضافہ کیا ہے۔تاکہ قاری دلچسپی سے اس کتاب کا مطالعہ کر سکے۔بغیر کسی کمی و بیشی کے اس کتاب کو اردو زبان کا جامہ پہنایا۔اس کتاب میں کل سات ابواب ہیں۔ ہر باب میں مصنف نے حاکمیتِ خداوندی کے دلائل سے قارئین کو سمجھانے کا نہایت اعلیٰ اورعلمی انداز اپنایا ہے۔ دلائل میں قرآن و حدیث اور تاریخی حوالہ جات کو پیش کیا گیا ہے۔حاکمیتِ خداوندی کی غلط تشریح و توضیح کے نقصانات اور اصل حقائق سے کتاب کو مزین فرمایا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کے لکھنے کا انداز اس قدر دلچسپ اور آسان ہے کہ ایک ہی شفٹ میں کتاب کو پڑھا جا سکتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ قاری سے خود مکالمہ کر رہے ہوں المختصر ایسی تمام خوبیاں جو ایک مصنف کے لیے ضروری ہیں وہ پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون میں ہر حوالے سے موجود ہیں۔ان میں سب سے بڑی خصلت جو ہر انسان کے لیے ضروری ہے وہ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کا درد ہے جو ڈاکٹر صاحب میں اس قدر رچی بسی ہے کہ جی چاہتا ہے کہ مصنفِ کتاب کے ہاتھوں اور قلم کا بوسہ لیا جائے جن ہاتھوں اور قلم نے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیارا نام بڑی محبت سے ہر باب کا موضوع بنایا گیا مجھے اس حقیقت کو آپ کے سامنے واضح کر دینا چاہیے کہ میں نے کئی کتابوں کا مطالعہ کیا لیکن اس کتاب میں مجھے عجیب لذت محسوس ہوئی اس کی بنیادی وجہ

مصنف کی بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی محبت ہے جو انھیں امام احمد رضا بریلویؒ کے مطالعہ کرنے سے ملی ہے۔جو انہیں ہر حوالے سے منفرد مقام عطا کرتی ہے۔ میری بہت ساری ایسی باتیں ہیں جو میں ابھی لکھنے کی تمنّا رکھتا ہوں لیکن میں آپ کے اور مصنف کتاب کے درمیان حائل نہیں ہونا چاہتا۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری سعی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مقدسہ کا صدقہ قبول فرمائے اور جس دینی بھائی نے اس کتاب کو ترجمہ کے لیے مجھے دیا اور ہم سب سنی بھائیوں کو مسلکِ حقہ پر استقامت بخشے ۔محترم ڈاکٹر محمد ہارون کو عمرِ دراز عطا کرے تاکہ ہم ان کے بحرِ علم سے استفادہ کرتے رہیں۔

محمد اسماعیل

19-3-2005

باب نمبرا

اسلام میں حاکمیتِ ربّ العالمین کا تصوّر

اسلام کی بنیادی شہادت توحید و رسالت ہے۔ توحید و رسالت کا عقیدہ معبودِ برحق خداوند تعالیٰ کی وحدانیت اور رسالتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار ہے۔کلمہ توحید و رسالت کائنات ارض پر حاکمیتِ خداوندی کی نشاندہی کرتا ہے۔

کلمہ توحید و رسالت کے اقرار اور تصدیقِ قلب کے باوجود اس کائناتِ انسانی میں حاکمیت کا مالک انسان بنا بیٹھا ہے اور اس حاکمیت کے استعمال میں انسان اپنے آپ کو خود مختار تصور کرتا ہے جبکہ توحید و رسالت کا اقرار دوسرے الفاظ میں حاکمیتِ خداوندی کا اقرار ہے۔

اس کتاب میں اس مسئلہ کے بارے میں تحقیقی طور پر عوام الناس کو حاکمیتِ خدا کے حقیقی مفاہیم سے روشناس کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔

اگر چہ اس تحقیق طلب مسئلہ میں بعضجدید دور کے علماء اور خود غرض مفکرین نے وضاحت کی کوشش کی ہے۔لیکن ان کی تحقیق نے مسلمانوں میں عجیب تذبذب پیدا کیا ہے۔لیکن علماء اہلسنت نے حاکمیتِ خداوندی کے اصل مفہوم کو واضح کیا ہے۔ قرآن و حدیث اور اجماع اُمت سے حاکمیتِ خداوندی کا حقیقی تصوّر پیش کیا ہے۔

حاکمیت خداوندی کا غیر واضح تصوّر پیش کرنے والے جن ''جاہل

مفکرینِ اسلام'' نے حاکمیت خداوندی کے مفاہیم و مطالب میں تغیر و تبدّل کیا ہے ان میں شیعہ اور وہابیہ قابلِ ذکر ہیں۔

شیعہ کے مطابق حاکمیتِ خداوندی سے مراد حکومت کی باگ ڈور ''آیت اللہ'' کے ہاتھوں میں ہونا چاہیے اور مذکورہ لوگ حاکمیتِ خداوندی کا عملی نمونہ پیش کر سکتے ہیں۔

شیعہ کے نظریہ نے حاکمیتِ خداوندی کا مفہوم غیر واضح اور مبہم کردیا کیونکہ جنھیں شیعہ نے آیت اللہ اور '' آئمہ'' کا لقب دیا ہے ان کو ''الحب فی اللہ'' جیسے القاب تو دیے جا سکتے ہیں لیکن عملی طور پر اسلام کس طرح حاکمیتِ خداوندی کے مصداق انہیں قرار دیں جبکہ '' حزب اللہ'' کے ساتھ ان مقبولان خدا اور رسول کے ساتھ ان کی دشمنی ڈھکی چھپی نہیں ہے۔

اہل تشیع کے اس نظریہ کی غیر مقبولیت کی وجہ سے انہوں نے اس تصوّر کو دوسرے حوالے سے پیش کیا اور یہاں اس سے مراد شریعتِ اسلامی کی بالادستی ہے(ایسی شریعت جس کے خالق خود آیت اللہ ہیں) اس دلیل اور وضاحت نے حاکمیتِ خداوندی کے حقیقی تصوّر کا نقشہ ہی تبدیل کردیا۔ کیونکہ شریعت ''آیت اللہ'' کی بالادستی، حاکمیت خداوندی نہیں بلکہ حاکمیتِ شیعہ ہے۔ایسی شریعت جس میں '' آیت اللہ'' اور ''حجۃ اللہ''من پسند تشریح اور اجتہاد کا اختیار بھی رکھتے ہیں جبکہ خالقِ کائنات نے بنیادی احکام کو ناقابلِ تبدیل قرار دیا ہے۔

اہلِ تشیع کے علاوہ وہابیہ نے بھی اپنا کردار ادا کیا ہے دیگر وہابیہ کے اجتہاد سے جو کمی رہ گئی تھی کہ جدید وہابی مودودی صاحب نے اس کمی

میں تکمیل کردی مودودی صاحب نے اپنے خیال میں سائنٹیفک انداز میں تعلیمات اسلامی کی بنیادی نصوص میں اجتہاد کیا اور ان کو تبدیل کرنے کی کوشش کی اور اس میں من گھڑت نئی تشریح کو عین شریعتِ اسلامی قرار دیا ایسی حاکمیت جس کی بنیاد نفسانی خواہشات کی تکمیل ہو وہ کیا شریعتِ اسلامی ہوسکتی ہے؟

شریعتِ اسلامی جیسے خالقِ کائنات نے فرمایا، کیا اس میں کوئی کمی باقی رہ گئی ہے؟ حاکمیتِ خداوندی میں اجتہاد کرتے کرتے اس قدر معنویت پیدا کی گئی کہ شریعتِ اسلامی کے روپ میں جدید نظریات اور نظام ہائے زندگی کو اسلام کا لبادہ اُڑھایا گیا۔ ممبرانِ شوریٰ ایسا سرٹیفیکٹ رکھتے ہیں جو انہیں لوگوں کے دلوں کی کیفیتِ ایمانی اور تقویٰ کی آگاہی میں معاون ثابت ہو۔

جدید نام نہاد مفکرینِ اسلام میں مودودی صاحب نے اس نظریہ کا واویلا کیا کہ صالحین کا ایسا گروہ اور جماعتِ سلطنتِ اسلامی کے ناخدا ہوں تو اسلامی حکومت کو چلانے میں آسانی ہوگی۔ مودودی صاحب نے اپنے پیش کردہ نظریہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ایک ایسی جماعت تشکیل کرنے کی کوشش کی ہے جو شریعتِ اسلامی میں شیعہ اور وہابیہ کی تقلید میں اجتہاد اور شریعت کو تبدیل کی طاقت بھی رکھتے ہیں۔ جب چاہیں قرآن و حدیث کے نصوصِ قطعیہ میں تبدیلی کردیں اور جب چاہیں مذاہبِ اربعہ کو ناقابلِ قرار دیں اس طرح ان لوگوں نے شریعتِ اسلامی اور قانونِ خداوندی کو بازیچۂ اطفال بنا کر رکھ دیا۔

مذکورہ بالا مختصر بحث کی روشنی میں قارئین آسانی سے ان لوگوں کے

اسلام دشمنی پر مبنی خیالات اور شیطانی اتباع کا عملی نمونہ دیکھ سکتے ہیں۔

حاکمیتِ خداوندی اور مسلکِ اہلسنت والجماعت

حاکمیتِ خداوندی کے مسئلہ کو حل کرنے کے لیے اہلسنت والجماعت نے عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اہلسنت والجماعت کی تشریح جو حقیقی معنوں معنوں میں قرآن و حدیث اور اجماعِ اُمت کا نچوڑ ہے۔ قابلِ مطالعہ ہے۔ مندرجہ ذیل وضاحت نے مسلکِ اہلسنت کی حقانیت اور صداقت کو روزِ روشن کی طرح عیاں کردیا ہے۔

الف: خلیفۂ اسلام سلامی میں شریعت خلافت اسلامی کا پابند ہے حاکمیتِ خداوندی سے انسان زمین پر خدا کا نائب ہے۔ طاقت و قوت کا مرکز خلیفہ نہیں بلکہ شریعتِ اسلامی اور دینِ اسلام ہے۔

ب: خلیفہ مجتہد نہیں بلکہ قانونِ خداوندی پر عمل درآمد کرواتا ہے اس کی حیثیت ایک نگران و محافظ کی ہے۔

ج: اسلامی خلافت میں اقتدار کی بنیاد شریعت ہے نہ کہ خلیفۂ اسلام اگرچہ خلیفۂ اسلام منتخب انسان ہی ہے لیکن اس کا انتخاب بھی اسے قانونِ خداوندی میں تبدیلی کا حق نہیں دیتا۔

علمائے اہلسنت نے خدا حاکمیتِ اعلیٰ کے اسلامی تصور کی وضاحت عین اسلامی تعلیمات کے مطابق کی ہے یعنی خلیفۃ المسلمین محافظ کا کردار ادا کرے۔ اہلسنت والجماعت کے کارکن اپنے علماء اور صوفیاء کی پیروی شریعتِ اسلامی کی پیروی سے مشروط کرتے ہیں اگر عالم اور صوفی شریعت

اسلامی میں تبدیلی کا مرتکب ہو تو ان کی تقلید کو غیر ضروری قرار دیا جاتا ہے۔

حتیٰ کہ مسلم صوفیاء کرام و اولیاء عظام جن کی صداقت اور ولایت کے معترف غیر مسلم بھی ہیں۔انہیں بھی شریعت، اسلامی تبدیلی اور اجتہاد کا حق نہیں دیا گیا۔ان اولیاء عظام کی اسلامی خدمات سے بھی انکار نہیں اور صوفیاء عظام کی عظمت اور رضائے خداوندی اور قربتِ الٰہی کی وجہ سے اُن سے کرامات کا ظہور بھی ہوتا رہا لیکن ان اولیاء کرام نے اجتہاد فی السلام کا دعوٰی نہیں کیا۔

اسلام میں جبروتشدد کو سختی سے منع کیا گیا ہے آپ دیکھ سکتے ہیں کیتھولک، عیسائیوں کا ایک فرقہ پادری اپنے حواریوں کو مذہب سے قریب کرنے کے لیے جبر بھی کرتے ہیں اور یہی صورت مذکورہ فرقوں میں موجود ہے۔لیکن تصوّف اور مذہبِ اہلسنت میں پیروکاری کے لیے آزادیٔ فکر کا تصوّر موجود ہے۔یہی فکر حاکمیتِ خداوندی کی اصل بنیاد ہے۔ حاکمیتِ خداوندی اس کائنات ارضی میں ہر انسان کے لیے ہے۔

اہلِسنت والجماعت نے حاکمیتِ رب العالمین کا اصل تصوّر پیش کیا ہے۔(اگلے صفحات میں مزید تشریح ہو گی)

فقہی مذاہبِ اربعہ

مسلکِ اہلسنت میں حاکمیتِ خداوندی کا حقیقی تصوّر واضح کرنے کے لیے فقہی مذاہب اربعہ سے رہنمائی حاصل کی گئی ہے۔مذاہبِ اربعہ نے دین اسلام کی تفہیم کے لیے اجتہاد کیا۔اہلسنت والجماعت ان مجتہدین کے فرامین اور اصولوں میں تبدیلی کو خلافِ اسلام تصوّر کرتے ہیں۔

یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ کوئی شخص خواہ کتنا ہی عالم فاضل اور محقق ہی کیوں نہ ہو۔ مذاہبِ اربعہ میں تبدیلی کا حق نہیں رکھتا۔اگر کسی عالم فاضل اور صاحبِ علم کو اجتہاد کا حق دیا جائے تو اس حق کو دوسرے الفاظ میں شریعتِ اسلام میں تبدیلی تصوّر کیا جائے گا۔ جب ہم مذاہبِ کی بات کرتے ہیں تو ناقدین کہہ سکتے ہیں کہ فقہی قوانین کا مواد بھی تو محدثین وفقہاء نے کتب فقہ میں اپنی کوششوں سے جمع کیا ہے۔اور اس میں ان کی ذاتی خواہشات کی آمیزش سے انکار نہیں کیا جا سکتا ۔جواباً عرض ہے کہ مذاہبِ اربعہ کی تدوین میں انفرادی فیصلوں اور رائے کی کوئی اہمیت نہیں بلکہ مذکورہ فقہی مذاہب کی تدوین میں فقہاء نے براہِ راست صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم سے رہنمائی حاصل کی اور تابعین نے علم براہِ راست صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حاصل کیا۔اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ علمی مواد بارگاہِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا۔ اس علم کی روشنی میں فقہاء کرام نے اجتماعی تفقہ کیا جو حقیقی معنوں میں شریعت کا نچوڑ ہے اس علمی سمندر کو مسلمانوں کے لیے

جمع کرنے والی عظیم ہستی حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں جنھوں نے صحابہ کرام سے اکتساب علم کیا اور صحابہ کرام کا مرکزِ علم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں شریعتِ اسلام ایک سمندر کی طرح ہے اور اس میں غوطہ زن ہونے کے لیے عوام الناس کے لیے چار راستے موجود ہیں یہ راستے چلنے والوں کو اس عظیم سمندر کی طرف لے جاتے ہیں لیکن اب جو شخص ان چار راستوں (مذاہبِ اربعہ) کے علاوہ کوئی مذہبِ خامسہ کا راستہ نکالنے کی کوشش کرے گا اس کی گمراہی اور ضلالت میں شک نہیں کیا جائے گا۔[1]

اس بحث کی تکمیل کے بعد اس تصوّر کو سمجھنے کی ضرورت ہے حاکمیت حقیقت میں صرف اللہ تعالیٰ کی ہے ۔شریعت ،سلاطین ، علماء اور مشائخِ عظام پر بالا دستی رکھتی ہے نہ کہ وہ اس پر فوقیت کے حامل ہیں۔مسلکِ اہلسنت میں حاکمیت خداوندی مسلّمہ ہے اور نتیجۃً مسلمان اپنے عمل میں آزاد ہیں۔چاہے وہ مذہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کی پیروی کریں یا کوئی اور راستہ اختیار کریں مسلمان اپنی مرضی پر آزاد ہیں ۔

---

[1] اس تصوّر کو مزید واضح کرنے کے لیے قرآنی آیات ملاحظہ ہوں۔

ومن یتبع غیر سبیل المؤمنین الخ مصیراً پ۵ (ترجمہ: جو لوگ مومنین کے بتائے ہوئے راستوں کے علاوہ کوئی راستہ تلاش کرنے کی کوشش کرے گا تو ہم اس کا ٹھکانہ جہنم بنائیں گے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا) یعنی مسلّمہ راستے درحقیقت قانونِ خداوندی کی حیثیت رکھتے ہیں اگر کوئی شخص پہلے سے موجود راہِ مستقیم کو چھوڑ کر ''صراطِ مستقیم'' بنانے کی کوشش میں ہے تو وہ راستہ صراطِ مستقیم الی جہنم ہے اور گمراہی اس کے مقدر میں لکھ دی گئی۔ (مترجم)

جبکہ شریعت انہیں ہر دوسرے فرسودہ قوانین سے حفاظت دلاتی ہے۔اس کی پیروی میں وہ اپنی مرضی پر منحصر ہیں لیکن اس شریعت پر عمل کے لیے کس کو رہنما تسلیم کیا جائے حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ''تم میں ہر شخص بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے اور اسے چاہیے کہ وہ اپنی رعایا کو دینِ اسلام کی پیروی کی تلقین کرے''[1]

جبکہ اہلِ تشیع ،وہابی اور مودودی میں سے کوئی آیت اللہ کوئی سعودی آقاؤں اور کوئی مودودی جماعت کے غلام ہیں لیکن سُنی مسلمان ہر لحاظ سے آزاد ہیں۔ ان کی غلامی صرف غلامی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے ان مذکورہ وجوہات کو مدِّنظر رکھتے ہوئے یقیناً سمجھا جا سکتا ہے مودودی ازم ، وہابی ازم اور شیعہ ازم غلط اور فرسودہ تصوّرات کے حامل ہیں اور حقانیت اہلسنت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے۔ان چار مذاہب میں سے کسی دوسرے کی پیروی کریں کوئی ان کی راہ میں حائل نہیں ہوگا۔

---

[1] حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں''تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا''

تصورِ حکمرانی تاریخ کی روشنی میں

تاریخ کے مطالعہ سے تصورِ حکمرانی کو تسلیم کیا جائے تو اس کو ہر پہلو سے رد کیا جا سکتا ہے۔ تاریخ میں کئی ایسے حقائق موجود ہیں کہ اس غلط تصورِ حکمرانی کی آڑ میں فائدہ اٹھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ حاکمیتِ خداوندی کی آڑ میں ذاتی خواہشات کی تکمیل کی گئی ہے اس تصورِ حکمرانی کو سامنے رکھتے ہوئے اختیارات کی تقسیم کا جواز اور متحدہ امریکہ کی ریاستوں میں تقسیمِ اختیارات اور قوتِ نافذہ کی لا مرکزیت جیسے اصول تجویز کیے گئے ہیں اور اس اصول کو مزید تقویت دی گئی کہ اگر لوگوں کی اکثریت کسی ایک فیصلہ پر متفق ہو تو اسے قانون کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے اس نظریہ کو یورپین ممالک میں بھی تسلیم کیا گیا ہے اس طرح اکثریت قانون کی تشکیل میں اقلیت کے حقوق اور اقلیت کو وہ قانونی حقوق حاصل نہیں ہوئے جو اکثریت کے لیے مخصوص ہوتے ہیں۔

اسلامی تصورِ حکمرانی اور جدید نظام کا تقابل

جدید نظامِ ریاست کو سامنے رکھتے ہوئے آپ کہہ سکتے ہیں

نظامِ جدید جو انسانی ذہن کی پیدا وار ہے اور قوتِ نافذہ اپنے ہاتھوں میں دیکھنے کے خواہشمند ہیں جبکہ اسلام نے ان تمام نظریات کو رد کیا ہے۔ اور حقیقی قوت اور طاقت کا مرکز صرف ذاتِ خداوندی کو قرار دیا۔ نظامِ جدید میں وزیر اعظم کو پارلیمنٹ میں مکمل کنٹرول حاصل ہے۔ اور ریاست مذاہب کو

کنٹرول کرتی ہے۔ پارلیمنٹ میں کوئی ایسا کردار نہیں جو کلام آزادانہ کر سکتا ہو بلکہ پارلیمنٹ کلام کے اشاروں کی منتظر ہے اس حوالہ سے اللہ تعالیٰ کی حکمرانی نہیں بلکہ حکمرانی کا مرکز و محور کلام ہے۔ یقیناً عیسائی مذہب میں چرچ ہر قسم کے قوانین کو تبدیل کرتے ہیں تو وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی۔ دو ہزار سال قبل پادری ہی قائدین کی سیٹ سنبھالے ہوئے تھے۔ اب چرچ نے یہ عقیدہ فرسودہ قرار دے دیا ہے۔ عورت کیوں سربراہِ مملکت نہیں بن سکتی؟ نئے نظریات کو شاملِ مذہب کیا جا رہا ہے۔ حقیقت میں اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں حکمرانی کا حقیقی تصور موجود ہے اور اس تصور کی وضاحت مسلکِ اہلسنت نے کی ہے۔ دیگر مسالک کا تصورِ حاکمیت امریکن، برٹش تصورات سے قریبی مماثلت رکھتا ہے۔ اس وجہ سے میں یہ کہنے میں تامل نہیں کرتا کہ مسلکِ اہلسنت ہی مسلکِ حقہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا اس سرزمین پر اپنے بندوں پر ایک عظیم احسان ہے اہلسنت والجماعت اس فرسودہ نظام کو ختم کرنے اور اس کی جگہ حاکمیتِ خداوندی کا جہاد کر رہی ہے تا کہ مشرق تا مغرب حاکمیتِ خداوندی ہو اور انسانی غلامی سے نجات حاسل ہو سکے۔ جبکہ اہلِ تشیع نے اماموں کا نظریہ پیش کر کے یہ تصور عملاً رد کر دیا ہے۔ وہابیہ نے بھی سعودی بادشاہت قائم کر کے اسے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور مودودی صاحب اسے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتے رہے ہیں مگر ناکام و نامراد رہے۔

یہ تمام فرقے جدید نظامِ حکومت یا دوسرے الفاظ میں سیکولرازم مسلم ممالک میں اس فرسودہ نظام حکمرانی کو قائم کر کے مسلمانوں کو غلام بنانے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ یہ تمام فرقے اور مذاہب اجتہاد کی آڑ میں قانونِ خداوندی کو قانونِ

انسانی بنانے پر تلے ہوئے ہیں اور مسلمانوں میں یہ فرقے اجتہاد کا حق استعمال کرتے ہوئے اس بات کا علی الاعلان کر رہے ہیں کہ اس سے اسلام کی قوت میں اضافہ ہوگا۔لیکن عملاً انسانی قوت میں اضافہ کرنے کے لیے اجتہاد کو بطور ڈھال استعمال کیا جا رہا ہے۔ تاکہ اس بہانے ان لوگوں کی اپنی حکمرانی قائم ہو۔اور سرِ عام لوگوں کو غلام بنایا جا سکے۔

مغربی یلغار کا نشانہ بھی اہلسنت والجماعت کیوں؟

یہاں اس حقیقت کی آگاہی ضروری ہے کہ جب مغربی طاقتوں نے مسلم دنیا پر حملہ کیا تو انہوں نے سب سے پہلے اہلسنت والجماعت کو تباہ و برباد کرنے اور نظامِ اہلسنت یعنی اسلامی تصورِ حکمرانی کا خاتمہ کیا۔علماءِ اہلسنت کی توہین کی گئی اور ان کو شہید کیا گیااور پھر شریعت اسلامی کی جگہ مغربی قوانین کا رواج ہوا۔اور صوفیاءِ کرام کی کوششوں کو جڑ سے اکھاڑنے کی کوشش کی گئی اور ان کی جگہ مغربی نظریات کی پرستادہ کٹھ پتلی حکومتیں قائم ہوئیں۔اور انہیں آزاد حیثیت (کٹھ پتلی) عطا کی گئی۔سلطنتِ عثمانیہ جو بعد میں مغربی نظریات کی کٹھ پتلی حکومت تھی انہوں نے بھی حاکمیتِ خداوند کی جگہ مغربی نظام کو ترجیح دی اور بعد میں کمال اتا ترک نے تو حد کردی اور اہلسنت اور صوفی ازم کو جڑ سے اکھاڑنے کی کوششیں کیں ہیں۔وہابیت نے بھی مسلکِ اہلسنت کو سبوتاژ کیا اور حاکمیت رب العالمین کی جگہ حاکمیت سعود قائم کی۔ ان علاقوں میں جہاں مسلمان غلامی کی زندگی سے آزاد تھے وہاں بھی حاکمیت خداوندی کو پروان نہ چڑھنے نہ دیا گیا۔اسلام کی سیاسی

سماجی،معاشرتی، اور معاشی ترقی کی بنیاد مسلکِ اہلسنت اور نظریہ اہلسنت والجماعت ہے۔

مسلکِ اہلسنت والجماعت میں وسعتِ ظرفی کو نہایت اہم مقام حاصل ہے۔ہر وہ شخص جو اسلام کا نام لیتا ہے۔اگرچہ وہ مسلکِ اہلسنت سے اتفاق نہیں کرتا اس کے لیے اس عظیم مسلک میں عزت وعظمت موجود ہے اور اس پر اس مسلکِ حقہ کو قبول کرنے کا جبر نہیں بلکہ عملاً ایک دن وہ اس کی حقانیت سے خود بخود آگاہ ہوکر اس کو اختیار کر لیتا ہے۔

مسلکِ اہلسنت اتحادِ اُمت کا داعی ہے اور اس کی بنیاد ''جیو اور جینے دو'' کے نظریہ پر قائم ہے۔وہ ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی تلقین کرتا ہے اور ہر مسلک کو قانونِ خداوندی کے مطابق حقوق دینے کا دعویدار ہے۔

محمد عبدہٗ مصری جو انتہائی جدت پسند اور وہابی بھی تھا لکھتا ہے کہ باوجودیکہ اس نے غلط اور فرسودہ نظریات پیش کیے اس کے باوجود کوئی سُنّی مسلمان اسے روکنے کی جرأت نہیں کرتا۔ مستقبل میں اسلام کی سربلندی مسلکِ اہلسنت ہی کی مرہونِ منت ہے جو ایسے فرسودہ اور غلط نظریات کو جڑ سے اکھاڑ کر حاکمیتِ خداوندی قائم کرنا چاہتی ہے لیکن ایسا کرنے کے لیے قربانی کی ضرورت ہے۔مسلمانوں کا مقصد جہاں حاکمیتِ خداوندی کا نفاذ ہے۔وہاں وہ اپنے نفس کو کنٹرول کرتے ہیں۔خواہشات کو پسِ پشت ڈال کر دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتے ہیں، قناعت کو مال پر اور زندگی کے مقابلے میں رضائے خداوندی پر یقین رکھتے ہیں۔

حاکمیتِ خداوندی کو اس دنیا میں نافذ کرنے کا مقصد درحقیقت

اسلام یعنی مسلکِ حقہ اہل سنت ہی قابلِ ترجیح ہے اور انسانی ہاتھوں میں طاقت کو قانونِ خداوندی کی بالا دستی میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہی اسلام ہے اور یہی مسلکِ اہل سنت ہے۔اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اہلسنت والجماعت کے نظریہ کے لوگوں کو آگے ہونے کی ضرورت ہے۔ مذکورہ سطور لکھنے کے بعد میں بارگاہِ خداوندی میں دعا گو ہوں کہ خالقِ ارض و سما قارئین کو اس مسلکِ حقہ میں استقامت بخشے اورگر قارئین اس نظریہ سے متفق نہیں تو انہیں اتفاق کی توفق بخشے ۔ آمین اور اس کی عملی جدوجہد کا جذبہ عطا فرمائے۔

یہی اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن تھا اور یہی مقصد ان سُنّی علماء کا تھا جن میں سے امام غزالیؒ اور امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ بہت مشہور ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

باب نمبر۲

کیا ہم مسلمان اپنے ماضی سے ناطہ توڑ چکے ہیں؟

ان سطور کو تحریر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دورِ ماضی کو حال اور مستقبل کی کامیابی کے لیے اہم اور کلیدی اہمیت حاصل ہے ماضی کو پیشِ نظر رکھے بغیر کوئی قوم اپنی تاریخ سے آگاہی حاصل نہیں کرسکتی اور مستقبل کی راہ پر کامیابی حاصل نہیں کرسکتی۔ آج بھی برطانیہ میں کوئی بھی شکسپیئر کو فضول اور لغو حیثیت نہیں دیتا اور نہ اس کی زندگی پر لکھنا فضول اور عبث خیال کرتا ہے۔مگر پڑھا لکھا مسلمان جو صاحبِ علم ہونے کے باوجود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور حضرت مولانا رومیؒ ،حضرت امام غزالیؒ اور امام احمد رضا بریلوی جیسے نامور علماء وصوفیاء و اولیاء کی سیرتوں کے بارے میں لکھنا ضیاعِ وقت سمجھے اور یہ تصور کرے کہ یہ لوگ چونکہ گزر چکے اور ان کی سیرت اور تعلیمات کو عیاں کرنا یا ضبطِ تحریر میں لانا فضول ہے تو عجیب محسوس ہوتا ہے اور ان علماءِ اسلام اور انگریزوں میں فرق کرنا عجیب سا لگتا ہے۔ میرے لکھنا اور کہنے کو لکھنے کا مقصد بھی یہ ہے کہ مسلمان اپنے اکابرین سے ناطہ توڑ چکے ہیں جبکہ انگریزوں کی اکثریت اپنے اسلاف سے باخبر ہے اور ان کے کارنامے اور کارکردگی بیان کرنے میں فخر محسوس کرتی ہے۔

انگلینڈ ایک جدید اور ترقی یافتہ ملک ہے لیکن باوجود جدت پسند لوگ اپنے سابقہ ادوار سے بھی گہری وابستگی رکھتے ہیں۔تاریخ سے آگاہی ان کی تعلیم کی بنیادی ضرورت ہے۔ بچوں کو سکولوں میں انگلینڈ کی سالہا سال

قبل کی تاریخ کے بارے میں تعلیم دی جاتی ہے۔اور سکولوں میں پانچ سو سال
قبل کی تحریر شدہ کتب بھی بچوں کو پڑھائی جاتی ہیں ۔مثلاً شکسپیئر ، ہلٹن اور
چاسر قابلِ ذکر ہیں اور یونیورسٹیوں میں انگلینڈ کے ابتدائی دور کی تاریخ کے
بارے میں خاص لیکچر دیے جاتے ہیں۔انگلینڈ میں پرانی عمارتوں کی اہمیت
بھی قابلِ ذکر ہے اور ان کو منہدم کرنے سے بچانے کے لیے خاص انتظام کیا
جاتا ہے۔

انگریز اپنے ماضی کی ہر حوالے سے حفاظت کرتے ہیں اگرچہ وہ
جدید ہیں لیکن قدیم سے ان کا رابطہ مضبوط ہے ۔انگریز لوگ اپنے ماضی سے
مضبوط تعلق کو حال کی کامیابی کے لیے بنیادی زینہ تصور کرتے ہیں۔ جبکہ
اسلامی دنیا میں ماضی کی یادیں فقط فرسودہ اور لایعنی کہانیوں سے زیادہ اہمیت
نہیں رکھتیں اور ان پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔اسکی وضاحت کے لیے کمال
اتاترک کی مثال پیش کر رہا ہوں۔کمال اتاترک نے عربی رسم الخط کی جگہ
مغربی رومن رسم الخط کو رواج دیا اور اس طرح ۱۹۲۰ء سے پہلے کی تحریر شدہ
کتب جن میں اسلام کے بارے میں خاص مواد موجود ہے اور جن کی خاص
اہمیت تھی ان کی تعلیم کو فضول سمجھا جاتا ہے اور ان پر کوئی خاص توجہ نہیں دی
جاتی ہے اور ان کا رڈ کیا جاتا ہے۔ترکی کی سابقہ تحریریں کتب سے خارج
کردی گئی ہیں ۔اسلام کا سیاسی نظام ناقابلِ عمل سمجھا جانے لگا ہے۔تاریخِ
اسلام کے ساتھ لاتعلقی اور لاعلمی کی وجہ سے اب کسی بھی اسلامی ملک
میں انگلینڈ کی طرز پر حکومت کا ڈھانچہ نہیں ہے۔اسلامی ادارے اپنی سابقہ
اہمیت سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔حتٰی کہ اسلامی ممالک میں بھی ادارے مغربی

لغویات کی تقلید کرتے ہیں۔ان ممالک میں دعوے تو شرعی قوانین کے ہیں
لیکن عملاً انگریزی قوانین کو ترجیح دی جاتی ہے اور تمام اداروں میں یہی
قوانین رائج ہیں ۔ اسلامی قوانین کے نفاذ کے لیے دعوے تو بہت ہیں لیکن
سکولوں میں شرعی لاء کی بجائے مغربی لاء پڑھائے جاتے ہیں۔اور شریعتِ
اسلام کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا گیا ہے۔ فقہی مذاہب اربعہ کی بجائے
انگریزی قوانین کی تعلیم ہے حتیٰ کہ اسلامی روایات کا احترام نہیں کیا جاتا اور
اسے بھی پرانی کہانیوں سے زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی اور اسے ایرانی ثقافت
کہہ کر خارج کردیا گیا۔ اسلامی ممالک میں اسلامی لباس کو پرانا اور فرسودہ
سمجھا گیا اور اس کی جگہ انگریزی لباس کو پسندیدہ سمجھ کر رواج دیا گیا۔یعنی
اسلامی ممالک میں بھی انگریزی نظام رائج ہے تو یہ کیوں نہ کہا جائے آج کا
مسلمان اپنے ماضی سے کٹ چکا ہے۔اپنے ماضی سے لاتعلقی اور بے یقینی کی
وجہ سے کسی بھی اسلامی ملک میں مغربی ممالک کی طرح مضبوط دفاع نہیں کہ
وہ ان کی یلغار سے خود کو محفوظ رکھیں۔ جب میں نے دوبئی کا منظر دیکھا تو
مجھے امریکہ سے کسی لحاظ سے بھی پیچھے نظر نہ آیا۔ثقافت کے لحاظ سے امریکہ
میں اور اسکی ثقافت میں فرق نہیں اور سعودی عرب جسے خصوصاً عربی اور
اسلامی روایات کا حامل ہونا چاہیے۔وہ بھی جدیدیت کی تصویر پیش کرتا
ہے۔ہر طرف مغربی طرز کی بڑی بڑی سفید عمارات کا جال پھیلا ہوا
ہے۔اس نازک دور میں صرف امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے
جنھوں نے سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا تھا۔مگر اہلسنت
نے ان کو بھی فراموش کردیا۔عرصہ گزر گیا کسی نے جدید ضرورت کے مطابق

نہ تو ان کی سوانح لکھی اور نہ ہی کسی نے جدید انداز میں ان کے کارنامے شائع کیئے۔

نشاۃِ ثانیہ مگر کیسے ہو؟

اس سوال کے جواب کے لیے درج ذیل تحریر کو پڑھنا ضروری ہے کہ ان تمام نظام ہائے زندگی کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے اولاً کسی نظریہ کی ضرورت ہے پہلی سیڑھی تک کامیابی کے لیے تصوّف کی ضرورت ہے جو حقیقت میں اسلام کی اصل روح ہے بلکہ اسلام کی بنیاد تصوّف ہی ہے اور اس کی وجہ سے مغربی نظام کو ختم کیا جا سکتا ہے۔شریعتِ اسلامی جس میں نہ تبدیلی کی گئی ہو نہ خیانت اور نہ خواہشات کا پلندہ بنایا گیا ہو جیسا کہ مودودی ازم، وہابی ازم میں تجربہ کیا گیا ہے۔ایسا نظام مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہ فقط مذہبِ اہلسنت والجماعت ہے جو ہر آمیزش سے پاک ہے اور یہ وہی اسلام ہے جو اللہ تعالٰی نے قرآن کی صورت میں اُتارا تھا۔

مسلکِ اہلسنت کیا ہے؟

ا۔ ہر آمیزش سے پاک ہے۔

ب۔ اس میں آمریت کی کوئی گنجائش نہیں۔

ج۔ جہاں شریعت کی بالا دستی ہے نہ کہ علماء کی۔

د۔ اس میں علماء کسی کٹھ پتلی حکومت کے تابع نہیں۔

ر۔ اس میں اجتہاد کا دروازہ بند ہے۔

س۔ یہ قانونِ خداوندی میں تبدیلی یا فرسودہ تشریح وتوضیح سے پاک ہے۔

ش۔ اس میں مکمل نظامِ حیات، معاشی، سیاسی، معاشرتی، سماجی پہلوؤں پر محیط ہے۔

و۔ اس میں مذاہب اربعہ کو عین اسلام تصوّر کیا جاتا ہے۔

ہ۔ اس میں انسانی حقوق کی پاسداری اور وسعتِ ظرفی جیسی خصوصیات قابلِ ذکر ہیں۔

مسلکِ اہلسنت میں عورتوں کو دیئے ہوئے حقوق کے مطابق آزادی حاصل ہے۔اس میں تصوّفِ اسلامی کی بنیاد پر ایسی تربیت کے مواقع موجود ہیں کہ آپ انفرادی زندگی بسر کرتے ہوں یا اجتماعی آپ کے لیے اس میں مکمل راہنمائی موجود ہے اور اس نظام میں ایک ایسا معاشرہ موجود ہے۔جس میں مصائب و مشکلات نہیں بلکہ سکون اور طمانیتِ قلب جیسی نعمتیں موجود ہیں یہ ایک ایسا نظامِ حیات ہے جس میں دنیاوی طمع نہیں، جہاں روحانی منازل کی تکمیل ہوتی ہے جس میں مغربی طرز کی دولت کی دوڑ نہیں بلکہ دنیا کو بقدرِ ضرورت استعمال کیا جاتا ہے اور اصل ترجیح رضائے خداوندی کو حاصل ہے جن کے پاس جو سرمایہ دارانہ نظام کے مقابلے میں نظامِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا درد ہے اگر مسلکِ اہلسنت والجماعت کو پھیلایا جائے اور اس کی بھرپور اشاعت کی جائے تو وہ وقت دور نہیں کہ وہ سکونِ قلب دوبارہ حاصل ہو جائے جو سکون سرمایہ دارانہ نظام نے اپنوں و غیروں اور ہم اور ہماری قوم سے چھین لیا۔ ہر مسلمان خواہ کسی جگہ بھی ہو اس کی عملی جدوجہد کے لیے قربانی پیش کرے تو اسے روحانی سکون اور روحانی آزادی دوبارہ حاصل ہوسکتی ہے اور خودغرضی کے مقابلے میں تصوّف کے بھائی چارہ، دوستی اور اتحاد جیسے اصولوں سے اس دنیا میں امن قائم کیا جا سکتا ہے۔

☆ ہر مسلمان کو آمریت کے مقابلے میں حاکمیتِ خداوندی کے لیے انسان کی پوجا کی بجائے خداوند کی عبادت اور مغربی نظام پر عمل کی بجائے مذاہبِ اربعہ کی پیروی کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے۔

☆ ہر مسلمان اس جدیدت کے خلاف جہاد کرے جو اسے کامیابی کی بنیاد خیال کرتا ہے۔ اور ان وہابیوں کے خلاف عملی جہاد کیا جائے جو حقیقی ثقافت اور روحانیت کے نظام کے بجائے ذاتی خول میں گرفتار ہیں۔ تصوّفِ اسلامی سے ان استعماری بتوں کو اکھاڑنا ہر سنی کی ذمہ داری ہے۔

☆ ہماری جدوجہد کا مرکز حضرت امام غزالیؒ ، اور حضرت امام احمد رضا ہوں جنہو ں نے اسلام کی حقیقی ورثہ کی حفاظت اس وقت کی جب اکثریت اس کو تباہ کرنے پر تلی ہوئی تھی اور آج بھی غفلت کا شکار ہیں۔

☆ اگر ہم اس حقیقی ورثہ کی حفاظت کریں تو یہ مذہب اسلام ، مسلمان مرد ، مسلمان عورت اور اللہ تعالی کی پیدا کی ہوئی یہ اسلامی دنیا کبھی نہیں ختم ہوگی اور سرمایہ دارانہ نظام کا خاتمہ ہوگا جس نے ہر مسلمان کو دنیا کے طمع پر مجبور کیا ہوا ہے۔

☆ جدید مسائل کا حل بہت سادہ ہے اگر ہم محبوبِ خدا اور اسلام سے محبت کریں اور اس کی مکمل پیروی کریں تو یہ انسانی غاصبانہ نظام ختم ہونگے لیکن اسلامی تعلیمات کی سمجھ کے لیے ''حقیقی اسلام کو سمجھنا ہوگا جو درحقیقت سچا اور ملاوٹ سے پاک ہے اور اس سے اس دنیا میں مثبت تبدیلی ممکن ہے۔

باب نمبر ۳

حاکمیتِ خداوندی اسلامی سیاسی نظام سے ہی ممکن ہے

پچھلے ابواب میں حاکمیتِ خداوندی کے بارے میں مسلکِ اہلسنت کے مؤقف کے بارے میں تفصیلاً عرض کر چکا ہوں ۔ مذاہبِ اربعہ کی حقانیت اور علماء و مشائخِ عظام کی عظمت اور علمیت کے باوجود اجتہاد نہ کرنے کے بارے میں تصوّرِ اہلسنت واضح کیا گیا اور ہم نے اس بات پر زور دیا کہ اسلامی تصوّرِ حکمرانی ہی ایسا راستہ ہے جس کو صراطِ مستقیم کہا جا سکتا ہے اور اس نظام حیات میں تصوّرِ حکمرانی کے حقیقی نظریہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ہر مسلمان کو عملی جدوجہد کرنی چاہیے۔

اب یہاں اس ضرورت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے کہ ایسا نظامِ حکومت کس طرح قائم کیا جا سکتا ہے اور اس کے نتائج کیا ہونگے۔ دنیائے جدید کی عظیم شخصیت حضرت امام احمد رضا خاںؒ نے اس عظیم ورثہ اور عظیم عقیدہ کی حفاظت کے لیے اپنی پوری زندگی وقف کردی تھی۔ اور اس وقت مسلکِ اہلسنت کے تصورِ نظامِ حیات کا مقصد بھی اپنے عظیم قائد کے عظیم مقصد کی نگہبانی کرنا ہے اور اسے آگے بڑھانا ہے۔

امام احمد رضا خاںؒ کے عظیم مقصد کو تاریخی اہمیت حاصل ہے کیونکہ انہوں نے جوحق کو بیان کیا وہاں اس کی حفاظت بھی اپنے جان ومال سے کی ہے ۔ ہر مسلمان کو اس میں شریک ہونا چاہیے ۔کئی مسلمان ممالک میں

بالواسطہ یا بلا واسطہ حکومت کر رہے ہیں مثلاً پاکستان قابلِ ذکر ہے اور بعض ممالک میں اپنے کٹھ پُتلی حکمرانوں کے لیے برٹش قوانین کی حکمرانی ہے اور ان کٹھ پتلی حکمرانوں کے ذریعے نظامِ سرمایہ داری نافذ العمل ہے۔

بعض اسلامی ممالک میں حکمران اسلامی حکومت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کے علماء اور حکمران اسلام کی ابجد سے بھی واقف نہیں بلکہ اسلام کی آڑ میں وہ مغربی قوانین پر عمل پیرا ہیں ان ممالک میں شریعت اسلامی کو جزوی طور پر نافذ کیا گیا ہے کلیۂ نظامِ اسلامی کو نظر انداز کیا گیا ہے اور اجتہاد کی آڑ میں بعض ایسے قوانین کو اسلام سے منسوب کر دیا گیا جن پر اہلِ مغرب کارفرما ہیں اس کی مثال سعودی عرب آپ کے سامنے ہے جہاں قانونِ سعود تو ہے مگر اسلامی قانون نہیں ہے۔[1]

---

[1] سعودی عرب میں اسلام کا نظامِ عدل تو جزوی طور پر موجود ہے لیکن نظامِ حکومت، نظامِ سیاست، نظامِ معاشرت، نظامِ ثقافت، اور تصوّفِ اسلامی کو اسلام نہیں سمجھا جاتا۔ چوری، ڈکیتی جیسی برائیوں پر ظاہراً پابندی تو ہے لیکن عملاً ان کے مرتکب خود کارندے ہیں۔ اسلام میں بادشاہت کی اجازت نہیں جبکہ عرب ممالک میں اسلامی نظامِ سیاست پر یقین نہیں کیا جاتا یہ جزوی اسلام ہے نہ کہ کلی۔ اسی لیے خلیج کی جنگ کے بعد وہاں امریکہ کا اثر ورسوخ بہت زیادہ ہوگیا۔ حرمین شریفین میں ناپاک لوگ چلتے پھرتے نظر آتے ہیں قرآنِ مجید نے جزوی اسلام سے منع فرمایا ہے۔ فرمایا:

''اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطانی اقدامات کی پیروی نہ کرو۔''

القرآن پ ۲ (مترجم)

تمام مسلمان ممالک میں اسلامی نظامِ حکومت اور مذاہبِ فقہی کا انکار کیا گیا ہے اور اقتدار پر قابض طبقہ اپنے اقتدار کے لیے اسلام میں اجتہاد کا جواز پیدا کیا گیا ہے جو لوگ سعودی عرب کے پیروکار ہیں وہ کئی ممالک میں ہیں وہ انہی اقدامات کی حمایت کرتے ہیں۔

مسلمانوں کی ذلّت اور رسوائی کا سبب اسلامی نظام سے دوری ہے

اسلامی نظام سے دوری اور مغربی نظام اختیار کرنے کی وجہ سے اسلامی ممالک اپنا اصل مقام کھو بیٹھے ہیں ان ممالک میں کوئی ایسا سیاسی اسلامی ادارہ نہیں جو سچی و حقیقی اسلامی روایات کی عکاسی کرتا ہو بلکہ ان کی جگہ جدید مغربی نظام نافذ العمل ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ اور اس مغربی نظام کا نہ کوئی ماضی درخشاں ہے اور نہ مستقبل تابناک نظر آتا ہے اسلامی نظام نہ ہونے کی وجہ سے لوگ عجیب مشکلات کا شکار ہیں آزادی کا نام و نشان نہیں کیونکہ حقیقی آزادی کو انسانی تخلیقی نظام میں تلاش کرنا بے سود ہے بلکہ اصل شخصی آزادی تو اسلامی نظامِ حکومت میں ہی موجود ہے جو نہ صرف انسان کو حفاظت فراہم کرتا ہے بلکہ اجتماعی حفاظت بھی اسی سے ممکن ہے اور اسی نظام میں ریاستیں، حکومتیں، حقوق اور عزتیں بیرونی حملہ آوروں سے محفوظ رہ سکتی ہیں۔ اس نظام کو سیکھنے کے لیے مسلکِ اہلسنت والجماعت کو سمجھنا ہوگا جو حقیقی نظام کی شکل میں موجود ہے۔ مذاہبِ اربعہ جن میں کوئی تبدیلی کرنے کا موجودہ کوئی مجتہد قطعاً جواز نہیں رکھتا اور ریاستیں ان قوانین کے تحت نظام چلا سکتی ہیں اسلامی ممالک میں اسلامی حکمرانی موجود نہیں بلکہ قانون نام کی

کوئی چیز نہیں ایسے قوانین جن میں خود ساختہ ''مجتہدینِ اسلام'' ہر روز تبدیلی کرنے کو اپنا حق سمجھتے ہیں جن میں مغربی وفاداری عیاں ہے وہ اسلامی نظام نہیں ہو سکتا مسلم دنیا نے مغربی نظام کی پیروی میں اپنے آپ کو خائن اور تنگ نظر ثابت کیا ہے۔آپس کی لڑائی نے ایک دوسرے کے حقوق کو تباہ کیا ہے۔حتٰی کہ مغربی قوانین کی نقل بھی ٹھیک طور پر نہیں کر سکے اور اس دوغلے پن نے مسلمانوں کے لیے ترقی کے دروازے بند کر دیے ہیں جب تک نظامِ اسلامی کو کلیتاً تسلیم نہیں کیا جاتا زوال ہمارا مقدر رہے گا۔

ان ممالک میں عوام الناس اسلامی نظام نہ ہونے کے سبب اپنی حکومتوں کی مدد نہیں کرتے کیونکہ انہیں اس حقیقت کا احساس ہے کہ انسان کا بنایا ہوا نظام انہیں آزادی اور سکون نہیں دے سکتا۔

حاکمیتِ خداوندی کے بنیادی پانچ عناصر

کسی اسلامی ملک میں شریعت اسلامی کے نفاذ کے لیے پانچ چیزوں کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

اولاً حاکمِ وقت کو شریعت کے اندر اختیارات حاصل ہو اسے سلطان، بادشاہ، صدر، وزیرِ اعظم یا سربراہِ مملکت یا کوئی اور نام دیا جائے سلطان کی طاقت اور اختیارات کا محور شریعتِ اسلامی ہے۔

ثانیاً ایسے جدید سنی مسلمان علماء موجود ہوں جو اسلامی قوانین کی تشریح وتوضیح شریعت کے دائرہ میں کریں اورانہیں تجربہ کار اور ذہین مشیروں کی بھی ضرورت ہے وہ حکمرانوں کے تابع نہ ہوں تاکہ وہ اسلامی قوانین کے نفاذ

میں حکومتِ وقت کو مشورہ دیں اور معاشرہ میں اپنا حقیقی مقام پیدا کریں اور انہیں اجتہاد کا نہیں شریعتِ اسلامی کی آسان تشریح کا حق حاصل ہو۔

ثالثاً مشائخِ عظام اور اولیاء عظام جو حقیقی علمِ دین سے ہماری رہنمائی کریں ان مشائخِ عظام کو آزاد (حکمرانوں کے تابع نہیں) اور سیاست سے بالاتر ہونا چاہیے وہ حکمرانوں کے تابع نہ ہوں اور نہ سیاست ان پر اثر انداز ہو انہیں شریعت میں اجتہاد کے علاوہ اسلامی نظام کے فروغ کے لیے مکمل آزادی ہو۔

رابعاً سلطنتِ اسلامی میں سپریم لاء شریعت ہو اور کوئی دوسرا قانون اس قانون پر فوقیت نہ رکھتا ہو۔

خامساً شریعتِ اسلامی کو سمجھنے کے لیے مذاہبِ اربعہ سے رہنمائی لی جائے اور اہلسنت وجماعت کے نظامِ حیات کو بنیاد بنایا جائے اور ان لوگوں کو جنہوں نے اجتہاد کو فرضِ عین تصوّر کیا ہوا ہے ان وہابیوں سے چھٹکارا حاصل کیا جائے صرف قانونِ خداوندی ہی حرفِ آخر ہو۔

ان قوانین کو سلطنتِ اسلامی میں نافذ کرنے سے قبل مغل اور عثمانیہ بادشاہت کو بھی ملحوظِ خاطر رکھیں تاکہ وہ قوانین جن سے گورنمنٹ کو کنٹرول کیا جا سکے ایسے تشکیل دیے جائیں جو شریعت اسلامی کے تابع ہوں انتظاماتِ سلطنت ،معاشرتی اور معاشی مسائل ان کا موازنہ جدید دنیا سے کیا جائے اور نیا اسلامی فلاحی نظام تشکیل دیا جائے اور خالصتاً اسلامی نظامِ حکومت کی بنیاد کو مضبوط بنایا جائے۔

اسلامی فلاحی ریاست کے لیے تدریجاً جدوجہد پُر اثر ہوگی نہ کہ جبراً اور اس

کے حصول کے لیے مثبت طریقہ اپنایا جائے۔

ہمیں اسلامی ریاست کے قیام کے سلسلہ میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے لیے مسلسل جدوجہد کو اپنایا جائے۔ یہ جہدِ مسلسل ہی مسلمانوں اور اسلامی ممالک کے لیے ایک بڑا دفاع ثابت ہوگی اور یہ ترویج اسلام کے لیے بنیادی کلیہ ہے۔ بوسنیا، فلسطین، کشمیر میں مسلمانوں کے خون کو اسی جہدِ مسلسل سے روکا جا سکتا ہے حاکمیتِ خداوندی کے لیے علم کا فروغ اور ایمان میں اثبات ازحد ضروری ہے تاکہ آبادی اسلام کے لیے جینا مرنا سیکھے اور اسی فریضہ کے لیے جدوجہد میں حصہ لے وہ لوگ جو اسلام کو اس کی حقیقی صورت میں سیکھنا چاہیں ان کے لیے ضروری ہے وہ مسلکِ اہلسنت سے رہنمائی حاصل کریں اور دین کے فروغ کے لیے مصروفِ عمل ہوں۔ تمام سنی مسلمان پوری دنیا میں اس عظیم فریضہ کی انجام دہی کے لیے اہلسنت وجماعت کیساتھ شانہ بشانہ کام کریں اس مقصد کے حصول کے لیے علیحدہ مملکت قائم کرنے کی فی الحال ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ ممالک جو پہلے اسلامی ہیں ان میں اسلام کی ترویج کے لیے جدوجہد کی جائے جس کے حاصل کرنے کے لیے کئی ایک راستے ہیں جن میں سے ایک راستہ جہدِ مسلسل بھی ہے۔

اسلامی نظام کے لیے خلفائے اربعہ رضی اللہ عنھم اجمعین کی سیرتوں اور ان کے نظامِ حکومت سے رہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت ہے جنہوں نے اسلام کو عملی صورت میں عالمِ اسلام بلکہ پوری دنیا میں متعارف کروایا اور عالمی طاقت کے طور پر اسلام کو سربلند کیا لیکن آج کی مسلمان حکومتیں دنیاوی

طاقت کے حصول کے لیے ایک دوسرے کا گریبان پکڑنے لگیں وہ اس نظامِ اسلامی کو نہ آزما سکیں بلکہ اسلام کے بنائے ہوئے نظام ہائے زندگی کے مقابلے میں بھی سرخرو نہ ہوسکیں۔ اہلِ تشیع نے اگرچہ ان نظام ہائے زندگی کو اسلامی نظام سے بدلنے کی کوشش کی لیکن وہ مکمل طور پر اس میں کامیابی حاصل نہ کرسکے اسی طرح مودودی فرقہ جو اسلامی حکومت کے قیام کے لیے کوشش کرتے ہیں اگر وہ اس میں سرخرو ہوں تو ان کی حکومت بھی غیر اسلامی حکومت سے زیادہ مختلف نہ ہوگی جس کی ایک ادنیٰ مثال ہم جنرل ضیأ کے دور میں دیکھ چکے ہیں جب اس فرقہ کے لوگ حکومت میں شامل تھے۔

اکابرینِ اہلسنت کی عملی جدوجہد

اکابرینِ اہلسنت وجماعت نے اس نظام کی تشکیل کے لیے عملی جدوجہد کی ہے اور انہوں نے اسلامی سیاسی نظام کے لیے عملاً کوششیں کی ہیں بعض نے اس نظام کی اشاعت کے لیے حکمرانوں کی رہنمائی کی اور انہیں ان کے فرائض کے بارے میں ہدایات دیں اور انہیں اسلام کے مطابق عمل پیرا ہونے کی تلقین کی۔ بعض اسلاف نے اس فریضہ کی تکمیل کے لیے کتابیں تحریر کیں اور حکمرانوں کو جھنجھوڑا ان میں سے ایک مشہور کتاب ''شہزادوں کے لیے آئینہ'' قابلِ ذکر ہے۔ بعض قائدینِ اہلسنت نے غیرمنصفانہ نظام کو ختم کرنے کا حکم دیا۔ حضرت امام غزالیؒ نے اسلام کی خدمت کیلئے دن رات کام کیا اور اسلام کو حکومتی سطح پر لانے کے لیے کوششیں کیں کیونکہ اس دور میں سیاسی طور پر اسلام بہت زیادہ اہمیت رکھتا تھا اور

تمام نظام ہائے زندگی پر اسے ترجیح دی جاتی تھی ۔ امام ابو حنیفہ نے خلیفہ اور حکمرانوں کو اسلامی تعلیمات کے تابع کرنے کی ہمہ تن کوشش کی ، اسلامی فلسفہ میں امام غزالی لائقِ تحسین ہیں جنہوں نے حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسلکِ اہلسنت کی ترویج کے لیے کام کیا۔انہیں قائدین کی جدوجہد کا ثمر تھا کہ مغل سلطنت اور سلطنتِ عثمانیہ جیسی عظیم سلطنتیں معرضِ وجود میں آئیں اور اپنا مقام پیدا کیا ۔ یہ ہمارے اسلاف اور قائدین ہیں جو اسلامی تصوّرِ حکمرانی کے نفاذ کے سلسلے میں ہمارے لیے نمونہ ہیں۔

بعض مفکرینِ اسلام یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام میں حکمرانوں کے خلاف بغاوت کی اجازت نہیں لیکن انہوں نے اسلام کو سمجھا ہی نہیں وہ حضرت امام غزالیؒ کے نظریات کو بنیاد بناتے ہیں درحقیقت وہ مفکرین اسلام سے خوفزدہ ہیں ورنہ ان کے اس اعتراض کی کوئی بنیاد ہی نہیں ، بغاوت غیر منصفانہ نظام کے خلاف ہوتی ہے جس کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ اس کی ہر مسلم کے لیے تلقین موجود ہے۔'' اگر تم برائی دیکھو تو اس کے خلاف جدوجہد کرو''

امام غزالی اس مقصد کے حصول کے لیے مثبت سیاسی جدوجہد کو ترجیح دیتے ہیں دوسری طرف مسلمان اس قدر سُست نہیں کہ وہ بغاوت کے لیے تیار نہ ہوں ۔مسلمان ہمہ وقت سخت ترین فرائض کی ادائیگی کے لیے تیار اور مستعد ہیں۔مسلمانوں کے زوال کا اوّلین سبب یہ ہے کہ وہ اپنے شاندار ماضی سے تعلق توڑ چکے ہیں اسلامی ممالک میں ایسا نظام رائج ہے جو دنیا کے کسی کونے میں متعارف نہیں بلکہ اس کی بنیاد کسی نظام پر نہیں ہے حکومتی

اداروں میں جا بجا مغربی نقل کی کوشش کی گئی ہے لیکن اس میں بھی انہیں ناکامی کا سامنا ہے ایسا نظام جس میں ترقی نہیں بلکہ تنزل ہے ۔حکومت کا نظام عارضی ہے اگر وہ اپنے ماضی کے سیاسی نظام کو مشعلِ راہ بنائیں تو زوال سے چھٹکارا حاصل ہوسکتا ہے۔اور کامیابی یقینی ہے فقط عمل کی ضرورت ہے۔

وہ مسلمان جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود!

مسلمان جو ترقی کی راہوں کو چھوڑ کر تنزل کی وادی میں گھوم رہے ہیں جو اسلامی ثقافت کو چھوڑ کر امریکہ اور برٹش کلچر کو فروغ دینے میں مصروف ہیں اور جدیدت کی تقلید میں اخلاقیات سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں ۔ مغربی ثقافت کی پیروی میں مسلمان ممالک میں ٹیلی وژن مغربی ثقافت کو متعارف کروانے میں مبالغہ آرائی کرتے ہیں مسلمان ممالک میں ٹی وی پر جو فحش پروگرام ٹیلی کاسٹ ہوتے ہیں اس قدر فحش ، مبالغہ اور جھوٹ سے لبریز ہوتے ہیں کہ امریکہ میں بھی اس کی مثال نہیں ملتی۔لباس کے معاملے میں اہلِ مغرب کی تقلید کی جاتی ہے ۔شلوار قمیض یا عربی جبہ کی بجائے انگریزی لباس پہنا جاتا ہے اور فخر کیا جاتا ہے۔

اسلامی دنیا میں تخلیقی ثقافت نہیں کیونکہ تخلیقی ثقافت سے مراد تاریخی ثقافت ہوتی ہے مغربی ثقافت چونکہ جدید ہے اور تخلیقی ثقافت کی طرف گامزن ہے اور مسلمان اہلِ مغرب کی تقلید میں تخلیقی ثقافت نہیں بلکہ تقلیدی اور نقالی ثقافت کی کوشش کرتے ہیں اور خود تخلیقی سرگرمیوں سے دور ہوچکے ہیں۔اگر

مسلمانوں نے ایسی اندھی تقلید اور نقالی جاری رکھی تو آج سے ہزار سال بعد بھی ترقی نہیں کر سکتے کیونکہ ان کا اپنا ایک کلچر ہے جو ان کی نشانی اور تشخص کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ تمام برائیاں اخلاقی بے راہ روی کو ظاہر کرتی ہیں ان میں سب سے زیادہ قابلِ افسوس یہ ہے کہ مسلم نوجوان اپنی حقیقت اور حیثیت سے بے خبر ہے اور اہلِ مغرب کی اندھی تقلید میں اس قدر اندھا ہو چکا ہے کہ اسے اپنا شاندار ماضی نظر نہیں آرہا۔ نوجوان لڑکے بُری صحبت کا شکار ہیں۔ ان سب ناکامیوں کی بنیاد ماضی سے رابطہ کا انقطاع ہے۔

وہ مسلمان جو اہلِ مغرب کی تقلید میں مصروف ہیں وہ مغربی ثقافت سے بھی آگے جا چکے ہیں مغربی ثقافت میں بہت ساری اچھی چیزیں بھی ہیں لیکن اسلامی ثقافت کی مثال نہیں ہے میں خاص طور پر مسلمان نوجوانوں سے گزارش کروں گا جو اس کتاب کا مطالعہ کریں کہ آپ اپنے اسلامی تشخص کے علاوہ کس دوسرے نظام یا ثقافت کو اپنا کر ہرگز کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ جو قوم نقالی کو اپنا لے وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔ ترقی کیلئے تخلیقی صلاحیت ضروری ہے جس سے آج کا مسلمان دور ہے۔

شاندار ماضی سے انقطاع کی وجوہات

☆ اسلامی ممالک پر مغربی قابضین کی پہلی ترجیح مسلمانوں کی تاریخ، ثقافت اور نظامِ حیات کے اداروں کو تباہ کرنا تھا تو انہوں نے ہر اس چیز کو تباہ کیا جو شاندار اسلامی ماضی کی عکاسی کرتی تھی جو بھی اسلامی رکاوٹ ان کے راستے آئی انہوں نے اسے تباہ و برباد کیا کیونکہ یہ ان کی فطرت

ہے۔ جو مغربی لبادہ نہیں رکھتی اسے جڑ سے اکھیڑ دیا جائے۔

☆ مغربی استعماری طاقتوں کے ساتھ ان کے علماء اور تاریخ دان تھے جو ان معاملات میں ان کی رہنمائی کرتے تھے جنہوں نے اسلام کی تاریخ اور ثقافت پر حملہ کیا انہوں نے قرآن و حدیث کے تصوّر کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے تصوّف کو ختم کیا اور کہا کہ یہ غیر اسلامی ہے۔ انہوں نے ایرانی اور اسلامی ثقافت کو غیر فطری قرار دیا۔

☆ اغیار کے ایجنٹ مسلمانوں نے اپنے ماضی کو تباہ کرنے میں ان کی پوری امداد کی مغرب زدہ نام و نہاد اسلامی مفکرین نے مغربی ثقافت کو عین اسلامی قرار دیا اور حقیقی اسلام کو ناقابلِ عمل اور فرسودہ قرار دیا انہوں نے مغربی مفکرین کی اندھی تقلید میں یہاں تک کہہ دیا کہ احادیث کا اکثر مواد غلط ہے اسلام صرف اور صرف قرآن ہے ان کے اس عقیدہ کی وجہ سے اغیار کو بھی حدیث کے ذخیرہ کو فرسودہ کہنے کا موقع ملا۔

انہوں نے صرف اہلِ قرآن ہونے کا دعویٰ کیا۔ کیونکہ وہ احادیث جو تفسیر قرآنی میں ممد و معاون ثابت ہو سکتی تھیں ان کی جگہ ذاتی خواہشات کو تفسیرِ قرآن میں استعمال کیا۔ ان وجوہات کی وجہ سے جو نتائج سامنے آئے وہ آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔

مذاہبِ اربعہ کا انکار اور مجتہد مطلق ہونے کا دعویٰ

نام نہاد مغرب زدہ گمراہ مسلمان جنہوں نے اسلام کے شاندار ماضی کو رد کیا ان میں مودودی صاحب کا نام خاص طور سے قابلِ ذکر ہے مودودی نے مذاہبِ اربعہ کا انکار کیا اور دعویٰ کیا کہ وہ اجتہاد کا حق رکھتے ہیں تاکہ نئی شریعت ،اسلام کے نام پر تشکیل دے سکیں جو ان کی خواہشات کے مطابق ہو۔نتیجۃً شریعتِ اسلامی کی اصل خدوخال ان مغرب زدہ مسلمانوں سے اوجھل ہوگئی۔حتی کہ بعض نام نہاد مفکرین نے اسلام کو ہی نئے سرے سے تشکیل دینے کے لیے تحریکیں شروع کیں جن میں معاشی تحریک اور سماجی تحریک قابلِ ذکر ہیں دراصل یہ تمام کی تمام غیر اسلامی تحریکیں تھیں جو نازی اور کمیونسٹ نظام کی عکاسی کرتی تھیں جس کی وجہ سے ہمارا ماضی ، حال کا آئینہ دار نہ ہو سکا۔

ان میں سے ایک وہابی (دیوبندی ، مودودی، اہلِ قرآن ،القاعدہ اوراہل حدیث) ہیں ۔وہابیوں نے اسلام کے ماضی کو سرے سے ہی ختم کرنے کی پوری جدوجہد کی۔جب وہابیہ تحریک نے قدم جمائے اور انہوں نے سابقہ عقائد ونظریات اور تاریخِ اسلام کو رد کیا اور اس کی جگہ نئی تاریخ رقم کی۔کیونکہ ان کے عقائد کے مطابق تمام مسلمان مشرک ہیں اور وہی اہل حق ہیں اہل اسلام سوائے وہابی گروپ کے گمراہ ہیں۔اس گمراہ نظریہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے انہوں نے ماضی کے تمام عقائد ونظریات پر رکیک حملے کئے سوائے ان چیزوں کے جو ان کی مرضی کے مطابق تھیں انہیں نہ

چھیڑا۔اسلام کی بنیادی چیزوں مثلاً تصوف، اسلامی سیاسی ادارے اور مذاہبِ اربعہ کو غیر اسلامی قرار دیا اور ان کو رد کرنے کے بعد مغربی نظریات کی نقالی شروع کی اگر آپ اسلام سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہیں تو وہابیہ کی تقلید کریں اور وہابی بن جائیں اور جو چاہیں وہ کریں کوئی ان کو روکنے والا نہیں ہو گا یہ لوگ درحقیقت اسلام کے روپ میں اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔یہ وہابیت ان لوگوں کے لیے موزوں ہے جو اسلام کو فقط پوجاپاٹ کا مذہب سمجھتے ہیں اور سیاسی ،معاشی، معاشرتی، سماجی اور تعلیمات تصوف ، مذاہبِ اربعہ ،اسلاف دین کو دین سے خارج تصور کرتے ہیں ۔انہوں نے مولانا رومیؒ ، حضرت امام غزالیؒ جیسی مقتدرہ شخصیات کو اسلام سے خاج کیااور خود کی وہابی ،جو استعماری سازش ہے کو عین اسلامی تحریک قرار دیا۔مودودی صاحب نے وہابی ازم کے ساتھ ساتھ اسلام کو ''جدیدیت'' کے روپ میں پیش کیااور یہی وجہ تھی کہ اس ''برائی'' کو پھیلنے کا موقع ملا اسلام کے دشمنوں کے لیے اس سے بہتر موقع اور کیا ہو سکتا تھا انہوں نے اسلام کی تاریخ کو مسخ کردیا اور من مانی جدید تاریخ اپنی مرضی کی لکھی۔اس مقصد کے لیے دشمنان اسلام کے لیے وہابیہ کی تحریک من پسند تھی اور ان کے اشاروں پر ان کے مقاصد کی تکمیل میں مددومعاون ثابت ہوگی۔

ہر کہ عشقِ مصطفیٰ سامانِ اوست
بحر وبر در گوشۂ دامانِ اوست (اقبالؒ)

لیکن ان تمام بیماریوں کا علاج اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے۔ہم آج بھی ان فرسودہ عقائد اور زوالِ اُمت سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔اس کی

بنیادی کلید علامہ اقبالؒ کے مطابق جو شخص غلامی رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں
اپنا سب کچھ نچھاور کرے اس کے تصرف میں نہ صرف پوری روئے زمین
بلکہ سمندر بھی ہوتا ہے۔مسلمان اپنے شاندار ماضی کو دوبارہ تلاش کریں۔اس
سے مراد سرمایہ داریت اور جدیدیت کا مکمل انکار ہے۔مودودی ازم اور وہابی
ازم سے چھٹکا حاصل کرنا ہے خاص طور پر وہابی ازم جس نے اسلام کو کلیتاً
ختم کیا اور فرسودہ باطل عقائد کو پھیلایا۔تصوف، مذاہبِ اربعہ کو عام کیا
جائے اور اس تحقیقی مواد کی حفاظت کی جائے۔مصنفین تاریخِ اسلام مولانا
رومیؒ اور امام غزالیؒ جیسی ہستیوں کو متعارف کروایا جائے اور ان کی تعلیمات
کو عام کیا جائے۔یہ منزل حاصل کرنے کا واحد راستہ ہے کہ اہلسنت
وجماعت کے عقائد کو مضبوطی سے تھام لیا جائے۔اگر نظامِ حیات اہلسنت کو
عام کیا جائے جس طرح تین سو سال قبل تھا تو شاندار ماضی کی تاریخ کو
دوبارہ زندہ کیا جا سکتا ہے۔اس جدوجہد کے لیے ہمیں امام احمد رضاؒ سے
رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔جنہوں نے ان دشمنان تصوف کیخلاف جہاد کیا
اورحقیقی اسلام کی پاسداری کی۔جنہوں نے وہابی ازم کو بے نقاب کیا جن کی
کوششوں سے آج ہم اسلام کی حقیقی روح سے آشنا ہیں اگر امام احمد رضا
اس کی حفاظت نہ کرتے تو وہابی ازم سنی نظامِ حیات کو کلیۃً مٹا چکے ہوتے
امام احمد رضا خانؒ نے اس بیماری کا علاج عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
تجویز کیا ہے۔اور فرمایا ”اگر تم آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت
کرتے ہو تو تمھیں حقیقی منزل مل جائے گی اور ہر گمراہی سے نجات حاصل
ہوگی۔ماضی سے انقطاع کی وجہ سے مسلمانوں میں تخلیقی تصور ختم ہوا اگر

تخلیقیت نہ ہوگی تو وہ مغرب سے مقابلہ نہیں کر سکتے اس قابلیت کو حاصل
کرنے کے لیے محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عام کرنے کی ضرورت
ہے۔

ثانیاً اس نظام کو کامیاب کرنے کے لیے دیگر تمام نظاموں کو ناکام
بنادیا گیا ہے،مزدور کو ہر ملک اور ہر فیکٹری میں لوٹا جارہا ہے۔جو حکومتیں اس
نظام کی مخالفت کرتی ہیں ان کو دبادیا جاتا ہے یورپ سے باہر ممالک کی
معیشت کو تباہ کردیا گیا ہے۔اور اس نظامِ سرمایہ داری سے انہیں بے
یارومددگار چھوڑ دیا ہے المختصر نظامِ سرمایہ داری نے نہ صرف اجتماعی بلکہ
انفرادی طور پر بھی انسان کو غلام بنا دیا ہے۔وہ نہ صرف ناجائز منافع حاصل
کررہا ہے بلکہ انسانی جسموں کو بیچ رہا ہے دوسرے لفظوں میں بردہ فروش
نظام کا نام سرمایہ دارانہ نظام ہے۔

ثالثاً اس نظام کو غلبہ دلانے کے لیے جدید ریاستیں وجود میں آرہی ہیں تاکہ
اس نظام کے مخالفین کو کچلنے کے لیے پولیس اور دیگر ضروریاتِ جنگ تخلیق کیا
جا سکے اور دیگر سماجی نظاموں کو ختم کیا جائے یہ نظام پوری دنیا میں غلبہ چاہتا
ہے اس کے لیے بہت بڑی مشینری پیدا کی جا چکی ہے یہ جدید ریاستیں جنہیں
سائنس کے ذریعے کروڑوں لوگوں کو کنٹرول کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں
آئے گی۔

رابعاً ثقافتی کنٹرول کی تکمیل اور دیگر تمام ثقافتوں کی تباہی اس نظام کی ترجیح
ہے چونکہ میڈیا کی حکومت ہوتی ہے،ریڈیو،اخبارات، ٹی وی کے ذریعے قوم
کو دھوکہ دیا جارہا ہے۔سکولوں میں ہر بچے کے لیے سرمایہ داری نظام کے

غلام اساتذہ بچوں کو انفرادی طور پر تیار کرتے ہیں۔حقیقی ثقافت اس سرمایہ داری نظام کے پروپیگنڈہ کے سامنے بے بس ہے ایسا دور جس میں اخلاقیات یا صاف ستھری ثقافت کا تصور کرنا بھی محال ہے۔

خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی ﷺ

اس نظام نے جہاں سے یہ کنٹرول کیا ہوا ہے وہاں وسائل کا انبار بھی لگا دیا ہے اس کے خاتمہ کے لیے کئی مفکرین نے کوششیں کی ہیں اور انسانی عزت وعظمت کے نام پر تحریکوں کی بنیاد رکھی جن میں سوشلزم ، کمیونزم، فاشزم ،نیشنلزم ہیں اس نظام کو تبدیل کرنے میں مصروف نظر آتے ہیں اس جدوجہد میں امید کی جاتی تھی کہ شاید خودغرضی ،ناجائز منافع خوری کو لینن ، سٹالن، ہٹلر کے بنائے ہوئے نظام ختم کردیں ۔ لیکن یہ سب نظام ناکام ہوئے کیونکہ جو علاج انہوں نے تجویز کیا وہ بیماری سے بھی زیادہ خراب تھا مسئلہ ایک نظام کا ساری انسانیت پر کنٹرول کا تھا تو اس کا حل یہ تھا کہ خودغرضی کے مقابلے میں خلوص اور روح کی بیداری کا علاج تجویز کیا جاتا جہاں انفرادی اور اجتماعی آزادی کو جگہ دی جاتی لیکن ایسا نہ ہوا۔بعض یورپین ممالک میں آزادی کا نعرہ لگایا گیا لوگوں کو آزادی دی گئی جس سے ان کی روح مزید مردہ ہوئی ۔اس سے بھی کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی اس آزادی کا مرکزی اور بنیادی مسئلہ روح کی موت کی صورت میں ظاہر ہوا کیونکہ اس جمہوری آزادی نے نفسانی خواہشات کی آزادی کا روپ دھار لیا جس سے خودغرضی جیسے مسائل کے انبار میں اضافہ ہوا حل بہت سادہ تھا

جہاں سرمایہ داری نظام نے روحانیت کے خاتمہ کی کوششیں کیں آزادی دینے سے روح کی موت میں آزادی کے آثار پیدا نہ ہوئے زندگی بلکہ اس کو آکسیجن دینے کی ضرورت ہے جو موت کی کشمکش میں ہے۔

آزاد دنیا کے حوالے سے امریکہ ہمارے سامنے ہے جہاں خودغرضی اور مادیت پرستی عام ہے وہاں روح کی بالیدگی کا تصور کرنا محال ہے۔ مغرب میں مذہب مردہ ہے اور عیسائیت اس قابل نہیں کہ اس چیلنج کا مقابلہ کر سکے اور زندگی کو حقیقی آزادی دے سکے عیسائیت کے لیے خودغرضی ،لالچ اور مادیت پرستی کا خاتمہ ناممکن ہے۔ ہرجگہ ہر در پر ٹھوکریں ہیں اس کا حل اسلام نے پیش کیا ہے جو اس دور میں بھی زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔جو ابھی تک مغربی مادہ پرستی اور مادہ پرست نظریات کا مقابلہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔جو ایک نظامِ حیات کا حامل ہے۔ایسا نظامِ حیات جو خودغرضی اور لالچ کی نہ صرف حوصلہ شکنی کرتا ہے بلکہ ایسی تمام برائیوں کا قلع قمع کرتا ہے اسی نظام کی مرہونِ منت ہیں بلکہ جس نے سرمایہ داری نظام کے بنیادی مسائل کا حل پیش کیا ہے تجدد پسند مسلمانوں نے اسلام کو غلط انداز میں پیش کیا ہے ۔انہوں نے اسلام کے بھیس میں مغربیت کو متعارف کروایا ہے وہ اسلام کو تجدیدیت کے روپ میں پیش کرتے ہیں در اصل وہ اس کا حشر نظامِ سرمایہ داری جیسا کرنا چاہتے ہیں مثلاً وہ عورتوں کو وہی حقوق جو مغرب نے آزادی کے نام پر عورت کو دیے ہیں مسلمان عورتوں کو بھی وہی ''حقوق'' دلانا چاہتے ہیں جس کا نتیجہ روحانیت کی موت اور مغربی نظام کی ترویج کے علاوہ کوئی نہ ہوگا۔وہ معاشرت میں بھی اور ہئیت میں بھی مغرب کے ماتحت رکھنا چاہتے ہیں۔ مودودی وہابی نے کئی قسم کی غلطیاں کی ہیں انہوں نے

فاشزم،سوشلزم کے انداز میں اسلام کو متعارف کروانے کی کوشش کی ۔ہٹلر اور لینن کی طرز پر اسلامی سلطنت کو بھی دولت کے ارتکاز کا تصور پیش کیا۔باقی کسر دیگر وہابیہ نے پوری کردی ۔وہابیہ نے اسلام کو روحانیت سے خالی عبادت اور پوجا پاٹ کا مذہب متعارف کروایا ہے اور اسلاف دین کی لعن طعن کو مذہب اسلام کا جزوِلاینفک سمجھ لیا ہے ۔ اہلسنت وجماعت نے ان فرقہ ہائے کے مقابلہ میں حقیقی تصورحاکمیت اسلام پیش کیا ہے جو نہ صرف روحانیت اور تصوف کی بنیاد پر قائم ہے بلکہ موجودہ دور کے مسائل کا بھی حل ہے حضرت امام احمد رضا خاں صاحبؒ اور حضرت امام غزالیؒ نے اسلام کی حقیقی روح کو عوام الناس میں پیدا کیا لیکن حاکمیتِ خداوندی کو عملی جامہ پہنانے کے لیے طویل جدوجہد کی ضرورت ہے اس کے لیے عوام الناس کو علماء و مشائخ کے ساتھ کام کرنا ہوگا اور حقیقی اسلام کو سمجھنے کے لیے ان اوپر مذکورہ ہستیوں کو مشعلِ راہ بنانا ہوگا ۔مسلم دنیا کے مسائل کا حل حاکمیتِ خداوندی ہے جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا ہے اگر حاکمیتِ خداوندی کو نافذالعمل کیا جائے تو یہ نظام انسانی حقوق کا عملی طور پر حل پیش کرے گا اور مسلمان جو بیرونی طاقتوں کے اشاروں پر کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں انہیں غلامی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ بتائے گا یہی نظام فرقہ واریت کو جڑ سے اکھاڑے گا وہابی، مودودی اور تجدد پسند مفکرین اگر حکومت بنالیں تو اس سے نہ صرف مسائل میں اضافہ بلکہ فرقہ واریت کو ہوا دی جائے گی جس میں ہر اسلامی گروپ سے غیر مساویانہ سلوک کیا جائے گا جس سے اسلامی حکومت کمزور ہوگی لیکن اہلسنت کی نگرانی میں قائم ہونے والی حکومت حسب سابق وسعتِ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر فرقہ اور گروہ کو اسلام کی دی ہوئی آزادی

کے مطابق نہ صرف آزادی دے گی بلکہ ان کے حقوق کی حفاظت کا ذمہ لیا جائے گا لیکن اس قسم کی حکومت قائم کرنے میں وقت صرف ہوگا جس کے لیے علماء و مشائخ ،آفیسروں ،حکمرانوں اور عوام الناس کو تیار کرنا ہوگا اور چھوٹی کامیابی بھی بڑی ترقی اور کامیابی میں تبدیل ہوسکتی ہے۔

دورِ حاضر میں اہلسنت کے مطابق نظامِ اسلامی کیتشکیل کے لیے ہمیں دولتِ عثمانیہ اور مغل حکومتوں کو مدنظر رکھنا ہوگا۔

ہمیں اس حقیقت کو نہیں بھولنا چاہیے کہ آج مشرق سے مغرب تک تمام اسلامی حکومتیں اپنے نظاموں میں ناکام ہیں۔سعودی عرب،مصر میں جو اسلام کے نام پر یا مذہب کا لیبل لگا کر حکومت کر رہے ہیں اگر وہ کامیابی حاصل کرتی ہیں تو وہ مغربی نظام کی ترویج میں مددگار ثابت ہونگے کیونکہ اسلام ان ممالک میں لیبل کے طور پر استعمال ہوا ہے مسلمانوں کو مغرب سے آزادی حاصل کرنا ہوگی اور اپنے اداروں کی تشکیل میں مغرب سے نہیں بلکہ سنتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی حاصل کرنا ہوگی جب وہ اعلیٰ ادارے اور حاکمیتِ خداوندی کے ماتحت ہونگے تو ایسے ہی عظیم ہوں گے جیسے عثمانیہ اور مغل سلطنتیں اپنے وقت کی عظیم حکومتیں تھیں کیونکہ انہیں ہر قسم کی آزادی حاصل تھی [1]

---

[1] قرآنِ مجید اس تصور کی نشاندہی کرتا ہے'' اور تم سُپر پاور ہو اگر تم سچے مومن بن جاؤ پ۴ اسلام کی آمد کا مقصد بھی عالمی سطح پر اس نظامِ حکومت کا انعقاد ہے جس کے لیے حکمِ خداوندی ہے'' اے اہلِ ایمان تم ان کفار سے جہاد کرو یہاں تک کہ وہ مغلوب ہوجائیں اور اسلامی پرچم ہرسولہرانے لگے '' القرآن پ۹ (مترجم)

کیونکہ وہاں حاکمیت ان کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی حکومت تھی اور وہ حکومت جس کی بنیاد مسلکِ اہلسنت پر تھی اور ان کی کامیابی نے اس نظام کو سچا کر دکھایا۔ حاکمیتِ خداوندی عظیم سیاسی نظام ہے اور یہی آج کے دور میں امام احمد رضا خاںؒ کے پیروکاروں کا عالمی مقصد ہونا چاہیئے اس نظام کو دوبارہ زندہ کرنے کی چابی محبتِ خدا تعالیٰ اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

باب نمبر۴

اللہ کی حاکمیت میں حقوقِ انسانی کا تصور

مغربی طرز پر اسلامی ممالک میں اکثر انہیں حقوق کا ذکر کیا جاتا ہے جو مغرب نے جمہوریت کے نام پر انسانی حقوق کا شوشہ کھڑا کیا ہوا ہے لیکن اسلام میں انسانی حقوق کا اپنا ایک الگ اور منفرد مقام ہے جو اسلام نے انسانیت کو عطا کئے ہیں۔

ذیل کی سطور کو تحریر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ حقوق کیا ہیں؟ اور ان کو کس طرح نافذ العمل کیا جا سکتا ہے؟ اور کس طرح ان حقوق کی حفاظت کی جا سکتی ہے؟ ان کے نفاذ کے لیے مسلم دنیا کو کیا مسائل درپیش ہیں؟ اگر ان اسلامی حقوقِ انسانی کے تصور کو عملی شکل دی جائے تو معاشرہ پر کیا اثرات مرتب ہونگے ؟ اسلام نے جو حقوق انسانیت کو عطا کئے ہیں اگر ان کا تذکرہ کیا جائے تو اسلامی تعلیمات کو مکمل طور پر ضبطِ تحریر میں لانا پڑے گا کیونکہ اسلام درحقیقت حقوقِ انسانی سے بھرا پڑا ہے۔ یہاں صرف ان حقوق کا تذکرہ مناسب ہوگا جن سے روزمرہ عام مسلمان مستفید ہوتا ہے۔

قانون کی حکمرانی

اسلام میں سب سے اہم چیز قانون کی حکمرانی ہے جس کی رو سے شریعت سپریم لاء ہے مسلمانوں کے تمام مسائل شریعت ہی حل کرتی ہے ہر مسلمان شریعت کی رو سے اپنا حق طلب کر سکتا ہے ان حقوق کو طلب کرنے کے لیے اسلام میں عوام الناس کے لیے چار راستے رکھے ہیں ان چار میں

سے آپ جس کو چاہیں اپنی پسند کے لیے ایک منتخب کر سکتے ہیں وہ راستے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی ہیں اسلامی سلطنت میں غیر مسلموں کو بھی ان کے مذاہب کے مطابق حق دیے جاتے ہیں اور انہی مذاہب کی تعلیمات کی روشنی میں فیصلہ کیا جاتا ہے عیسائیوں اور یہودیوں کے لیے بھی عیسائیت اور یہودیت کے لیے قوانین ہوتے ہیں۔

برٹش قوانین کس طرح اعلیٰ اور ارفع ہو سکتے ہیں جہاں آپ اپنی مرضی اور مذہب کے مطابق قوانین کا حق نہیں رکھتے جہاں ایک ہی قانون مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں کو ڈیل کرتا ہے اسلام میں بھی سزا کا ایک نظام ہے جس کی روشنی میں جرائم کے ارتکاب پر اسلامی سزا دی جاتی ہے۔اسلامی عدالت میں مسلمانوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عدالت میں اسلامی قوانین کا عدالت کو پابند کر سکے ۔اسلامی عدالتی قوانین میں انسانی حقوق کی سنہری مثال موجود ہے ہر جرم کے ارتکاب پر شہادتِ سمعی یا شہادتِ عینی جیسے سنہری اصول موجود ہیں جو اس جرم کا ثبوت فراہم کرتے ہیں اور جنس کی تبدیلی یعنی گواہی اگر عورت کے حوالہ سے ہو چار گواہوں میں جرم پر سزا دی جاتی ہے گواہوں کے لیے سچا مسلمان ہونا ضروری ہے وہ شخص جو شراب پیتا ہے ضروری ہے کہ اس کو سزا دینے سے قبل دو گواہ طلب کیے جائیں اور عدالت میں دو گواہوں کی موجودگی میں اس کے اعتراف پر اسے سزا کا مستحق سمجھا جائے گا چھپ کر شراب پینے والے کو سزا کا مستوجب قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اسلام میں انفرادی حقوق کو خاصی اہمیت دی گئی ہے کسی بھی مسلمان

کے ذاتی معاملات میں مداخلت سے منع کیا گیا ہے۔جیسا کہ کسی کے گھر میں اجازت کے بغیر داخلہ ممنوع ہے کیونکہ ہر شخص کے کچھ ذاتی معاملات ہوتے ہیں جن میں مداخلت کی اسلام میں اجازت نہیں اس طرح چھپ کر گناہ کے مرتکب کو بغیر گواہ کے یا ثبوت کے سزا کا مستحق قرار نہیں دیا گیا۔

شخصی قوانین کا احترام

اسلام میں شخصی قوانین کا احترام بھی لازمی قرار دیا گیا ہے۔ کسی شخص کو اس کے عقائد اور نظریات کی بنیاد پر کسی قسم کی سزا یا ردعمل کا مصداق قرار نہیں دیا گیا جب تک وہ ظاہری طور پر خلافِ اسلام اقدام نہ کرے ۔کئی صوفیاء کرام نے عجیب وغریب نظریات پیش کیے جو ظاہراً اسلام کے خلاف نظر آتے تھے لیکن انہیں عدالت میں لے جانا قانونِ اسلامی کے خلاف تھا اسلامی قوانین کا تعلق دیکھنے یا سننے ہے۔حقوقِ خدا یا تعلق باللہ جیسے معاملات کو چھیڑنا خلافِ قانون ہے ان قوانین کو عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان کا تعلق شخصی قوانین سے ہے۔

اسلام نے جب انسانی حقوق پیش کیے تو اس وقت یورپ میں نظریات کے اختلافات پر قتلِ عام کا بازار گرم تھا لیکن اسلام نے کسی بھی مسلمان مرد عورت کے ذاتی عقائد میں مداخلت کا دروازہ نہیں کھولا ہر شخص کے لیے ذاتی عقائد رکھنا عین اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے۔

اسلام نے ہر انسان کی عزت وعصمت کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے اور غیبت کرنے والے کو مستوجب سزا قرار دیا غیبت کرنا بہت بڑی برائی

عبادت کی مکمل آزادی

اسلام میں ہر مسلمان کے لیے عبادت کی مکمل آزادی ہے بلکہ ہر مذہب کے لیے اسلام نے ذمہ لیا ہوا ہے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ جیسی عبادات میں کوئی پابندی نہیں۔حتی کہ ان عبادات کی ادائیگی میں حکومت بھی کسی شخص کو روکنے کی مجاز نہیں ہر مسلمان حکومت کے خلاف آواز اٹھانے کا حق رکھتا ہے ہر مسلمان مسجد میں نماز ادا کرسکتا ہے کسی کی ذاتی فرمانبرداری کے لیے اسلام نے کوئی پابندی نہیں لگائی اگر کوئی شخص گناہ کے لیے مجبور کرے تو اس کی فرمانبرداری ضروری نہیں خواہ وہ باپ یا کوئی اعلیٰ حیثیت کا مالک ہی کیوں نہ ہو۔ ہر شخص کو شادی کی اجازت ہے اور شادی کے بغیر مرد اور عورت کے ملاپ کو منع کیا ہے اسلام نے کسی بھی تنظیم میں داخلہ کی پابندی نہیں لگائی جیسا کہ عیسائیت میں بشپ اور پوپ کا تصور موجود ہے مسلمان کو مسجد کی تعمیر میں کسی اجازت کی ضروری نہیں ہر مسلمان محنت سے ولی یا عالم بن سکتا ہے ۔اس کے برعکس عیسائیت میں خود عیسائی فیصلہ کرتے ہیں کہ کون پادری بن سکتا ہے ہر مسلمان کے لیے اسلام نے مساوی حقوق مقرر فرمائے ہیں جن سے انسانی عظمت عیاں ہوتی ہے مساجد میں مسلمان مساویانہ عبادت کرتے ہیں ۔ذات پات کی پابندی سے اسلام نے منع کیا ہے۔ ہر شخص کو خوش رکھنے کے لیے اسلام نے کئی اسباب و ذرائع مقرر کیے ہیں جن سے ہر مسلمان استفادہ کا حق رکھتا ہے جیسے ''السلام علیکم،، ہر شخص کے لیے خواہ بچہ ہو یا بوڑھا جوان ہو کسی عمر کا انہیں بطور بزرگ، والدین سمجھ کر سلام کرنا اسلامی تعلیمات میں افادیت رکھتا ہے۔

حاکمِ وقت پر تنقید

اسلام میں ہر شخص آزاد شہری کی حیثیت رکھتا ہے وہ اسلامی خلافت میں جہاں چاہے بلا روک ٹوک آجاسکتا ہے بلکہ حاکمِ وقت پر تنقید بھی ہر مسلمان کا حق ہے جب کوئی برائی دیکھے تو اسے دور کرنے کا حق بھی ہر مسلمان کے لیے خواہ وہ برائی حاکم وقت کی ہی کیوں نہ ہو۔ ہر مسلمان کے عقائد اور ایمان کی حفاظت اسلام کی بنیادی تعلیم ہے اسلام میں سب سے اعلیٰ اور بنیادی حق یہ ہے کہ ہر مسلمان کا مسلمان ہونا ریاستِ اسلامی کی ترجیح ہے۔اسلامی ریاست یہ چاہتی ہے کہ ہر مسلمان اسلامی قوانین کا احترام کرے یہاں اسلامی قوانین کی چیدہ چیدہ شقیں بیان کی گئی ہیں بہت سارے قوانین اسلامی یہاں بیان کرنے سے احتراز کیا گیا ہے کیونکہ اس کے لیے وسیع و عریض علم علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے اسلامی زندگی درحقیقت قانونِ خداوندی سے عبارت ہے نہ کہ ریاستی قوانین اگر ریاستی قوانین قوانینِ خداوندی سے متصادم ہوں تو مسلمان کو آزادی حاصل ہے کہ وہ قوانینِ شریعت کو ریاستی قوانین پر ترجیح دے۔

انسانی حقوق کا حصول کیسے؟

اس سے پہلے انسان کی حاکمیت کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ سنی طریقہ اور نظام سے نافذ ہوسکتی ہے ۔ اسلامی حقوق کا عملاً نفاذ بھی اہلسنت وجماعت کے نظریات کی بنیاد پر ہوگا جو حقیقتاً اسلامی حقوق ہی کی بنیاد ہے مسلکِ اہلسنت میں حکمران شریعت کا پابند ہے ۔اسلام نے جو حقوق انسان

کے لیے مقرر کیے ہیں حاکمِ وقت بھی ان سے روگردانی نہیں کر سکتا۔ حاکمِ وقت شریعتِ اسلامی کی تشریح کر سکتا ہے مگر اس میں تبدیلی کا حق نہیں رکھتا کیونکہ دیگر عقائد کی طرح تبدیلی یا اجتہاد سے قانونِ اسلامی میں تبدیلی انسانی حقوق پر اثر انداز ہوگی۔ وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی حاکمیتِ اعلیٰ کے روپ میں ذاتی طاقت وقوت کی خواہش کا طالب ہے وہ قانونِ اسلامی میں تبدیلی کا مرتکب ہوگا۔ جب مغرب نے اسلامی دنیا پر حکومت کی اس شریعت کو جو مکمل ضابطۂ حیات تھی۔ مخالفین نے اسلامی دنیا کو کچلا اور مسلمان کو کسی قسم کا کوئی حق نہ دیا۔ انہوں نے شریعتِ اسلامی کو تباہ کیا۔ کٹھ پتلی مسلمان حکمران اسلام کے روپ میں جدید اسلام کو متعارف کرواتے رہے۔ دوسرے الفاظ میں شریعتِ اسلامی کو مغربی نظریات کے روپ میں تشکیل دیا گیا۔ وہابیت اور شیعیت نے اسلامی قوانین میں من مانی تبدیلیاں کیں اور انہوں نے ہر قسم کے انسانی حقوق کو اسلام سے خارج کر دیا جو اسلام نے انسان کو عطا کیے ہیں اس کی زندہ مثال سعودی حکومت کی شہنشائیت ہے جہاں انسانی حقوق کے نام کی کوئی شئے نہیں ہے اگر مودودی گروپ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اس کی مثال ہٹلر کی صورت میں ہوگی جس کی مثال جنرل ضیاء دور میں علماء اور عوامِ اہلسنت دیکھ چکے ہیں کہ اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام بند کرنے کی کوشش کی گئی اور مودودی ازم پھلنے پھولنے کے لیے حکومتی طاقت کے استعمال سے بھی دریغ نہ کیا گیا۔ ان تمام گروپوں کی کوششیں اسلامی قوتوں کا خاتمہ ہے۔ جبکہ اسلام میں حقوقِ انسانی سے مراد مذاہبِ اربعہ اہلسنت کے قوانین ہیں جو ہر پہلو میں انسانی حقوق کی حفاظت کے ضامن ہیں۔

اپنی ملت پہ قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر!

آج اقوامِ مغرب انسانی حقوق کے علمبردار ہیں لیکن ان کا دعویٰ محض کھوکھلا ہے۔ مسلکِ اہلسنت وجماعت نے ان کے متبادل اسلامی حقوق انسانی کا جو تصور پیش کیا ہے اس پر ماضی میں عملاً تجربہ کیا گیا ہے۔ مغرب میں اپنے حقوق کو حاصل کرنے کی جدوجہد کے لیے عدالت کا دروازہ بغیر دولت کے نہیں کھٹکھٹایا نہیں جا سکتا مغرب میں جمہوریت کا دعویٰ، الجزائر میں جمہوریت کو قتل کرتے ہوئے جھوٹا ثابت ہوا۔ قانون کی حکمرانی عملاً اللہ تعالیٰ کی حاکمیت ہی میں ممکن ہے نظامِ مغرب میں قانون کو ذاتی مفادات کے لیے تبدیل کرنا کوئی جرم نہیں۔ جنوبی افریقہ میں قانون ہی کے ہاتھوں انسانی حقوق کو پامال کیا گیا۔ لندن میں قانون ہی ہجرت یا نقل مکانی کے قوانین کو ذبح کررہا ہے، مزید برآں آئرلینڈ، فلسطین میں مغربی قوانین ہی جمہوریت کو ذبح کررہے ہیں اور ایمرجنسی کو نافذ کی گئی ہے جو پولیس کرتی ہے وہ عین قانون کا درجہ رکھتا ہے۔ مغربی قوانین کارل مارکس کے قوانین کو سرمایہ داریت کے روپ میں اپنا چکے ہیں مغرب میں امیر کو غریب کے مقابلے میں قانون کے حوالے سے دوہرے معیار سے سامنا کرتا پڑتا ہے قانون صرف امیر سرمایہ دار استعمال کرتے ہیں، امریکہ میں کوئی امیر آدمی قتل کرنے کی صورت میں گرفتار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ ایک اچھا وکیل رکھ سکتا ہے اور وکیل اسے ''قانونی حفاظت'' میں رکھتا ہے جبکہ ''کالے'' لوگ معمولی جرم پر سخت سزا کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ کمیونسٹ دنیا میں حقوقِ انسانی

کا کوئی تصور موجود نہیں ۔ مغربی ممالک میں جہاں کالے اور مسلمان لوگوں کی اکثریت ہے قانون نہیں پولیس کی حکومت ہے اگر کسی مسلمان ملک میں اللہ تعالیٰ کی حقیقی حاکمیتِ اعلیٰ ہوتی تو مغرب کے مقابلے میں موازنہ کرنے میں کیا ہی اچھا ہوتا۔

مغربی نظام آج قوت و طاقت کا حامل ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ عالمی سطح پر یہ لوگ طاقت رکھتے ہیں۔طاقت کی بنیادی وجہ مغرب میں یہ لوگ تخلیقی کام میں آزاد ہیں مسلکِ اہلسنت کے حقیقی اسلامی حکمرانی کے تصور میں بھی تمام مسلمانوں کے لیے آزادانہ ماحول کی گارنٹی موجود ہے ۔اس کی مثال مغل اور عثمانیہ دورِ حکومت کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ مسلمان اگر آزاد ہوں تو مذہب کے مقابلے میں اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتے ہیں بہت سے اسلامی ممالک میں انسانی آزادی موجود نہیں ۔اس شخصی آزادی کی عدم موجودگی میں تخلیقیت کا پیدا ہونا ناممکن ہے اس کی مثال سعودی عرب ،مصر،ترکی میں آپ دیکھ سکتے ہیں اگر مسلمان کو حقیقی آزادی کی ضرورت ہے تو وہ صرف مسلکِ اہلسنت ہی کے حقیقی اسلامی حکمرانی میں ملے گی نہ کہ شہنشائیتِ عرب میں یا دوسرے ''جدید اسلام''میں۔اور آزادی اسی صورت میں پروان چڑھ سکتی ہے جب ہر سطح پر مسلکِ اہلسنت کی ترویج و اشاعت کی جائے ۔جس کی منزل اللہ تعالیٰ کی حاکمیتِ اعلیٰ کو کلیتًا نافذ کرنا ہے۔مسلکِ اہلسنت وجماعت حقیقی اسلامی حکمرانی کا ضامن ہے جو انسانی آزادی اور قانون خداوندی سے عبارت ہے اور اس سلسلے میں سب سے اہم چیز اہلِ اسلام کا ماضی سے انقطاع ہے۔اس زوال سے چھٹکارا حاصل کرنے

کے لیے مسلکِ اہلسنت نے جو حقوقِ انسانی متعارف کروائے ہیں اسلام اس کا نچوڑ ہے۔

اس کے لیے امام احمد رضاؒ کی سیرت وتعلیمات کی پیروی ضروری ہے جنہوں نے حقوقِ انسانی کے حقیقی اسلامی ورثہ کی حفاظت کی اور انہیں تباہ ہونے سے بچانے کے لیے انہوں نے اپنی ساری زندگی اس مقصد کے لیے وقف کی اور انہیں مقاصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے شاندار طور پر کام کیا ہے۔ امام احمد رضا خاں بریلویؒ کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اہلِ اسلام کو ماضی سے وابستگی کا درس دیا۔جو غیر ملکی آقاؤں نے اہل اسلام سے چھین لیا تھا ۔ہمیں حقیقی اسلام کا مطالعہ اور اس کا علم حاصل کرنا چاہیے۔مذاہبِ اربعہ جو اللہ تعالیٰ کی حاکمیتِ اعلیٰ کا نمونہ ہیں اس کو ہمیں اپنے لیے مشعلِ راہ بنانا چاہیے اوراس کی تقلید کرنی چاہیے۔ہمیں صرف وہی ذمہ داری عزیز ہونا چاہیے جو خالقِ کائنات نے اہل اسلام کو عطا کی ہے اگر اہل اسلام وہ آزادی حاصل کرلیں تو دنیا کی عظیم طاقت کا درجہ پھر سے حاصل کرلیں گے۔ امام احمد رضاؒ نے اس عظیم طاقت کی بنیاد محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

باب نمبر ۵

نظامِ اہلسنت ہی اللہ تعالیٰ کی حاکمیتِ اعلیٰ کا ضامن ہے

سابقہ صفحات میں انسانی حقوق کے بارے میں مسلکِ اہلسنت کی حقانیت کی وضاحت کی گئی آزادی درحقیقت قانونِ خداوندی ہے جو انسان کو ریاست سے اور حاکمِ وقت کی اطاعت سے آزادی عطا کرتا ہے۔ایک ایسا قانون جو ناقابلِ تبدیل ہے جو شریعت کے اصولوں سے آزادی کو یقینی بناتا ہے اور وہ شرعی اصول مذاہبِ اربعہ ہیں ۔ سیاسی اتھارٹی ہو یا مذہبی وہ قانونِ اسلامی یا ان مذاہب اربعہ کے اصولوں کے پابند ہیں اس حوالے سے بعض ناقدین سوال کر سکتے ہیں کہ آیا یہ آزادی حادثاتی ہے یا قانونی حیثیت رکھتی ہے پیش کردہ نظامِ حیاتِ اہلسنت نے وضاحت کی ہے کہ یہ آزادی دراصل اسلام کی بنیادی تعلیمات ہیں۔

اس آزادی کے حقیقی مقاصد کو سمجھنے کے لیے اہلسنت پیش کردہ نظامِ حیات کا مطالعہ ضروری ہے کیونکہ مقاصد آزادی کی تشریح کو جدید دور کے نام ونہاد اور جاہل مفکرین اسلام نے غلط اور فرسودہ نظریات کا لبادہ اوڑھایا ہے اور جس کی حقیقی تصویر اہلسنت وجماعت نے پیش کی ہے۔

سیاسی آزادی

اسلام میں سیاسی آزادی محض حادثاتی نہیں بلکہ سیاسی آزادی سے مراد خالقِ کائنات کی مکمل اطاعت ہے۔کیونکہ مسلمانوں پر حکومت فرد کی نہیں بلکہ شریعت کی ہے اور یہ نظام سیاست انسان کو انسانی غلامی سے نجات دلا کر

شریعت کی تابع کرتا ہے۔ لامحالہ ایسا شخص جو خود کا نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات کا پابند ہو اس کی سیاسی آزادی میں شک کرنا کم علمی یا غلط فہمی کی بنیاد پر ہوگا۔

اہلسنت کے نظامِ حیات میں قوت و طاقت کا مرکز انسان نہیں بلکہ شریعت ہے علماء صوفیاء اور عہدیدارانِ حکومت کی ذاتی طاقت کا تصور خلافِ اسلام ہے۔ بلکہ ان کی قوت و طاقت شریعت کا دائرہ کار ہی ہے۔اور شرعی اصول مذاہبِ اربعہ ہیں جو ہر شخص کو انسانی یا ذاتی قوت سے حفاظت عطا کرتے ہیں ہماری زندگی میں طاقت وقوت کی بنیاد صرف اور صرف ذاتِ خداوندی کی اتباع ہے اور قانونِ شریعت میں آزادی اسی وقت ممکن ہے جب ہم خود کی یا ریاست کی غلامی سے آزاد ہوں۔

اسلام نے ہماری زندگیوں میں حاکمیتِ خداوندی کی بجا آوری میں خدمات سونپی ہیں زندگی کا ہر پہلو قانونِ شریعت کا پابند ہے اس حوالہ سے اگر ہماری زندگی شریعتِ اسلامی کی پابند نہ ہوگی تو ہماری زندگی حاکمیتِ خداندی کے مطابق نہیں ہوگی۔

ہم نے دیکھا کہ کس طرح اسلام نے ہمیں خود کی غلامی سے آزاد کیا اور ہمیں شریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا پابند کیا ۔اس کے ساتھ ساتھ ہمیں نفس کی غلامی سے بھی آزادی کی تعلیم دی ہے نفس کے مقابلے میں شریعت کی پابندی کو ضروری قرار دیا گیا مثلاً روزہ کا مقصد نفس سے آزادی اور غلامیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آئینہ دار ہے اور نفس کی مخالفت کا مقصد یہ ہے کہ ہماری زندگیوں میں ذاتی مفادات نہ ہوں بلکہ شریعتِ

اسلامی کی پابندی کو ترجیح دی جائے ۔جنسی معاملات کے حوالے سے اسلامی تعلیمات ہمیں حقیقی آزادی کا تصور دیتی ہیں۔ مثلاً اسلام نے عورت اور مرد کے آزادانہ میل ملاپ کو منع کیا ہے جس کا مقصد انہیں خواہشاتِ نفس سے آزادی دلا کر شریعتِ اسلامی کا پابند کرنا ہے حجاب، شادی اور پاکدامنی ان سب کا مقصد خواہشات نفسانی سے آزادی اور اطاعتِ خداوندی ہے ۔

معاشی آزادی

اسلام معاشی آزادی کا علمبردار ہے، اسلام نے ضروریات زندگی کے حصول میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کی ،اسلام نے جائیداد کا حق ، کام کرنے کا حق ، خاندانی حقوق،وراثت کے حقوق کی صورت میں انسانی معاشی آزادی کو عملاً پیش کیا ہے اسلام نے نفس پر غلبہ حاصل کرنے کا مقصد طمع اور حرص سے آزادی کی صورت میں بتایا ہے اسلام نے دولت ہی کو قابلِ تعریف نہیں بلکہ غربت کی اہمیت کو سراہا ہے۔ اورغریب لوگوں کو معاشرہ میں اہمیت عطا کی ہے تاکہ ہم صرف دنیا کی پوجا نہ کریں ہماری عبادت اور ریاضت محض اللہ کی خوشنودی کے لیے ہو۔

ایک مسلمان کی زندگی ہر لحاظ سے آزاد ہے جو ہر سُنی مسلمان کو آزادی دلا کر اتباعِ خداوندی کی طرف مائل کرتی ہے۔ان دلائل کی روشنی میں مذہبِ حق وہی ہے جو سیاسی ،معاشی ،مذہبی ،شخصی آزادی عطا کرے اور ایسا مذہب صرف اور صرف اسلام ہے اور اس آزادی کا عملی نمونہ اہلسنت والجماعت کا نظامِ حیات ہے۔

کوئی دوسرا مذہب ایسی آزادی نہیں دیتا مغرب جو آزادی کا علمبردار ہے میں بھی ایسی آزادی موجود نہیں ہے کیمونزم، فاشزم میں ایسی آزادی طلب کرنا لاحاصل ہے بلکہ ان نظریات میں سیاسی نظام انسان کا تخلیق کیا ہوا ہے، اہلِ مغرب نے جمہوریت کا تصور پیش کیا جس میں جو آزادی ہے جو صرف چند سالوں تک چند ممالک میں نافذ العمل رہی بعد میں فرد کی ذاتی خواہشات کی تکمیل کا باعث بنی اور وہاں بھی اب حکمران مطلق العنان ہیں اور اپنی مرضی سے جو چاہتے کرتے ہیں وہاں کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔جمہوریت میں اگرچہ قانون کی حکمرانی کا تصور موجود ہے ۔لیکن وہی پارلیمنٹ اس قانون میں تبدیلی کا حق بھی رکھتی ہے سفید فاموں کی اسمبلی سے اقلیتوں اور سیاہ فاموں کے حقوق کو آہستہ آہستہ ختم کیا جا رہا ہے۔

مغرب میں سیاسی آزادی کے علاوہ نفس کی خواہشات کی تکمیل کو قانونی حیثیت حاصل ہے اہلِ مغرب سیاسی طور پر اگرچہ جزوی آزادی تو حاصل کر سکتے ہیں لیکن ان کی آزادی ،نفس کی غلامی میں دبے گی ۔ان کی لالچ اور نفسانی خواہشات سیاسی آزادی پر غالب ہیں مغرب کے جدید مفکرین اس حقیقت کو سمجھتے بھی ہیں کہ درحقیقت آزادی عملاً اسلام نے عطا کی ہے۔

اسلامی فرقوں میں آزادی کا صحیح تصورِ اہلسنت کے نظامِ حیات نے ہی دیا ہے اہلِ تشیع نے اس آزادی کو'' آیت اللہ'' کا لقب دے کر انسانی غلامی میں تبدیل کردیا۔ جو'' آیت اللہ'' اجتہاد کی اتھارٹی سے قانونِ اسلامی میں تبدیلی کا مجاز ہے۔

وہابیہ نے سعود کی غلامی کو اسلام سمجھ لیا ہے اور وہابیت کے علاوہ ہر شخص کو

غیر مسلم قرار دیا۔دراصل وہابیت ،مودودیت، شیعیت ''جدید اسلام'' کو نافذ العمل دیکھنا چاہتے ہیں جس میں انہیں قانونِ شریعت میں تبدیلی کی اجازت حاصل ہو جائے۔اس صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ غیر اسلامی نظریات اسلام کی صورت میں اُمتِ مسلمہ کے سامنے پیش کر رہے ہیں اگر کوئی ان کے نظریات سے متصادم ہو اس کی سزا حوالہ پولیس کی صورت میں ہوگی۔

محمد عبدہٗ وہابی مصری جو ''مجدد اسلام'' کے روپ میں ظاہر ہوا اور اس نے مغربی نظام جمہوریت کی تعریف میں بہت مبالغہ آرائی کی ہے لیکن دوسری طرف اہلِ مصر کو ووٹ دینے کا حق نہیں ہے اس فرقہ میں اہل اسلام کے لیے آزادی نہیں بلکہ ان کی غلامی محمد عبدہٗ سے وابستہ ہے وہابیت اور شیعیت نے بھی مغربیت کی نقل کی اور ماضی سے انقطاع کے بعد انہوں نے قوانین سے مدد حاصل کی اسلام میں تبدیلی کے مرتکب ہوئے بلکہ اسلامی نظریات میں مغربی نظریات کی آمیزش کی۔ اگر آپ سعودی عرب میں جائیں تو آپ وہاں کا مکمل نظام مغربی نظام جیسا پائیں گے۔لیکن وہاں جمہوریت نہیں ہے اگرچہ وہ مغربی نظامِ جمہوریت میں آزادی کے نظام پر عمل نہیں کرتے جو جمہوریت کی شکل میں مغربی ممالک میں رائج ہے جمہوریت ایک ایسا نظام ہے جو انفرادیت پر مبنی ہے جو کچھ اس نظام کی شکل میں کیا جا رہا ہے اس میں خودغرضی ، جرائم اور لالچ وطمع عیاں نظر آتے ہیں۔[1]

[1] علامہ اقبالؒ نے مغربی جمہوریت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا۔'' جمہوریت ایک طرزِ حکومت ہے جس میں بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے۔'' (مترجم)

بنیاد پرستی

جدیدیت پرست یقیناً مغربی نظام کی نقل میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کو عین مغربی نظام کی شکل میں پیش کیا ہے مودودی فرقہ نے اس جماعت کے قیام سے آزادی کے تصور کو خارج من الاسلام قرار دیا۔ ان سب فرقوں نے اسلام میں آزادی کے حقوق کا انکار کیا ہے دیگر وہ حکمرانی خدا کی بات تو کرتے ہیں لیکن ان کی جماعت کی منصوبہ بندی فردِ واحد کے پاس ہے جو کمیونسٹ اور نازی تصورات کا دوسرا رخ ہیں ۔مودودی کی جماعت اسلامی اجتہاد کے ذریعے قانونِ اسلامی میں ہر قسم کی تبدیلی کا حق رکھتی ہے۔مودودی ازم اور وہابی ازم اسلام سے تصوف کو خارج کرنے کی کوبھرپور کوشش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ کیونکہ اسلامی تصوف نے ہی اسلام میں حقیقی جمہوریت اور آزادی کو متعارف کروا کر تنگ نظری کا خاتمہ کیا ہے۔

وہ مذاہب جو آزادی کے دعویدار تھے ان کے دعوے بھی محض دعوے رہے انہیں عملی جامہ نہ پہنا سکے ۔ یہودیت جو آزادی کی علمبردار تھی اس کا یہ دعویٰ جھوٹا ثابت ہوا ۔عیسائیت کی تمام تر مہربانیاں اہلِ مغرب کے لیے ہیں۔ ان کے ذاتی عقائد بھی اہلِ مغرب کے ماتحت ہیں ۔ اس مذہب میں فرد کی حکمرانی ہے مگر اسلام نے حقیقی جمہوریت اور آزادی کو عملی صورت میں اہل دنیا کے لیے رحمت بنایا۔

اہل اسلام کو چاہیے کہ وہ اپنی آزادی کا حق پہچانیں اور آزادی کے بغیر وہ اپنا مقام اور کھوئی ہوئی طاقت حاصل نہیں کر سکتے اور یہ آزادی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی حاکمیت سے ہی ممکن ہے۔

اتفاق واتحاد کی ضرورت

مانچسٹر میں اس سال مسلمانوں نے عید کو مختلف دنوں میں منایا جس سے ان میں اتحاد و یگانگت کو سخت ترین دھچکا لگا اس سے کئی مسلمانوں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔عید کو مختلف دنوں میں منانے کی بنیادی وجہ مختلف فرقوں کے رہنماؤں کی تنگ نظری ہے جنہوں نے اپنے پیروکاروں کو اپنے بتائے ہوئے دن عید منانے پر مجبور کیا اور اس تنگ نظری نے اسلامی تعلیمات کو نقصان پہنچایا لیکن اہلسنت کے نظامِ حیات میں ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے جس سے انہیں مجبور کیا جائے سنی مسلمان کو عید منانے اور دیگر معمولات میں کسی پیر یا عالم کی تقلید پر مجبور نہیں کیا جا سکتا بلکہ وہ اپنے معاملات میں آزاد ہیں وہ معاملات میں وہ اپنے پیروں اور علماء سے اختلاف بھی کر سکتے ہیں کیونکہ اصل طاقت شریعت اسلامی ہے نہ کہ علماء یا پیرانِ عظام ،اسلامی تعلیمات سب کے لیے ہیں نہ کہ پیروکاروں کے لیے پیر ہو یا صوفی ، عالم ہو یا جاہل سب کے لیے احکامِ اسلام برابر ہیں اگر اہل اسلام ایک دن عید منانا چاہتے ہیں تو انہیں اپنے فرقوں کی نہیں اسلامی احکامات کی تعمیل کرنا ہوگی خواہ اسلامی تعلیمات کی تعمیل میں انہیں اپنے قائدین کی مخالفت ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔

اسلام کو اس کی اصل صورت میں نافذ کرنے کے لیے مسلکِ اہلسنت والجماعت کے نظامِ حیات کو مشعلِ راہ بنانا ہوگا اگر چہ ہر فرقہ اپنی حقانیت کو ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن ان کی یہ کوشش صرف ذاتی

طاقت اور قوت کا حصول ہے جس کا عملی تجربہ اہلِ اسلام دیکھ چکے ہیں اور دیکھ رہے ہیں۔وہابیت کی عملی تجربہ گاہ سعودی عرب ہے۔شیعوں کی عملی تجربہ گاہ '' آیت اللہ'' اور مودودی صاحب کی اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے سیاسی اور نام ونہاد اسلامی جماعت کا دستورالعمل ہے ان کی یہ کوششیں اسلام کو بدنام تو کرسکتی ہیں لیکن اسے عالمی سطح پر مقام نہیں دلا سکتیں۔مسلم قومیت میں اختلافات کی بنیادی وجوہات مذکورہ گروپ ہیں جنہوں نے سوادالاعظم سے علیحدہ گروپ تشکیل دیے ہیں۔اور اہل اسلام کو اپنے اپنے گروپوں میں شامل کرنے کیلئے مجبور کرتے ہیں ان کی کوششیں اسلام کی آفاقیت کے لیے نہیں بلکہ وہابی ازم، مودودی ازم ، شیعہ ازم کی تکمیل کے لیے ہیں۔آزادانہ اسلامی معاشرہ ہی حقیقی اسلامی فلاحی مملکت کی تعبیر ہو سکتا ہے جب ہم امام غزالیؒ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جیسی ہستیوں کے بارے میں پڑھتے ہیں تو ہمارے ذہنوں میں سوال پیدا ہوتا ہے کیا یہ اسلام صرف مخصوص لوگوں کے لیے تھا اگر آج کا مسلمان اسلامی تعلیمات کو کماحقہ' حاصل کرے اور پورا کرے تو وہ بھی ان ہستیوں کے فیضان سے سیراب ہو سکتا ہے آج کے مسائل کا حل بھی حقیقی آزادی ہے۔ ایک ایسی آزادی جو اہلِ اسلام کو صرف شریعت کی غلامی کا سبق دے ایسی آزادی جہاں انسانیت کی حیات ہو۔ ہمیں آزادی محبوب ہونی چاہیے جو ہر غلامی سے ہمیں نجات دے۔کوئی بھی مسلمان کسی مخصوص گروپ یا جماعت کا پابند نہ ہو بلکہ اس کی پابندی کا مرکز تعلیماتِ اسلامی ہوں ۔ آزادی کے مخالفین اکثر و بیشتر پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ آج کل لوگ آزادی کی اہلیت نہیں رکھتے اسلام مغرب جیسی آزادی نہیں

بلکہ شرعی آزادی کا حامل ہے۔ بدقسمتی سے مغربی نظام نے آدھی آزادی کے نام پر بے شرمی اور جنسی آزادی کو رواج دیا جس نے جرائم اور ناجائز جنسی تعلقات کو فروغ دیا اس غلط تصور نے اس آدھی آزادی کو بھی بدنام کیا۔عوام الناس اس بنیادی خرابی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے مارشل لاء کو دعوت دیتے ہیں لیکن اس تذبذب اور بدامنی میں صرف اسلام ہی امن کا پیامبر ہے اس خلا کو اسلام نے ہی پُر کیا ہے۔اگر اہل اسلام اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کے ماتحت آزادانہ ماحول میں رہتے ہوں تو وہ ایسا صالح معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں جس میں محبت، آزادی، مہربانی کو عملی صورت میں دیکھا جا سکتا ہے اس خواب کے معبر اہلسنت والجماعت ہیں ہمیں ابتدا اپنی زندگیوں کو مسلکِ اہلسنت کے مطابق بنانا ہوگا۔مسلکِ اہلسنت مذاہبِ اربعہ کی صورت میں عوام الناس کے لیے اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے۔ایسی رحمت جو ساری کائنات کو اپنے دامن میں سمیٹ سکتی ہے ایسی رحمت جس میں حقیقی اسلامی سیاسی طاقت کا نمونہ موجود ہے جس میں صالح و پاکیزہ اور خوبصورت اسلامی معاشرہ موجود ہے ایسا معاشرہ جس میں تنگ نظری کی جگہ وسعتِ ظرفی ہے، جہالت کی جگہ علم وحکمت، درندگی کی جگہ محبت والفت برائی نہیں بلکہ اچھائی کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ایسے ماحول میں حاکمیت فرد کی نہیں بلکہ حاکم سے مزدور تک شریعتِ اسلامی کے پابند ہیں اسلام کے مذکورہ اصولوں سے استفادہ کے لیے اسلام کو اپنانا ہو گا جس کی تعبیر اہل سنت نے کی اور جس کو حضرت امام احمد رضا خانؒ نے اپنا خونِ جگر دے کر سینچا ہے اور مشنِ اسلام کو پروان چڑھایا امام احمد رضاؒ اسلامی نشاۃِ ثانیہ کی تحریک کے

جدید دور میں اولین مجاہد ہیں۔اگر یہ مشن کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے تو اس کی کامیابی عوام الناس کو حقیقی جمہوریت اور آزادی عطا کرے گی۔ انسان کو انسان کی غلامی سے نجات دلا کر خداوند تعالیٰ کی بندگی کا راستہ دکھائے گی۔

ان ہدایت کے اصولوں کی بنیاد محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

باب نمبر ٦
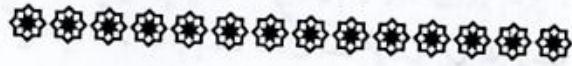
اسلام میں نظامِ اجتماعیت کا مقام

سرد جنگ کا خاتمہ اور سوویت یونین کی ناکامی کے دوران اس نظام کو زیادہ اہمیت دی گئی اور اس دعویٰ کو علی الاعلان مشرق سے مغرب تک تشہیر کیا گیا اب دیگر نظام ہائے زندگی کے متبادل اس نظام نے عالمی نظام کے طور پر اپنا مقام پیدا کرنا ہے۔اس موضوع پر مفکرین نے کتب تحریر کیں اور مغربی جمہوریت اور سرمایہ داریت کو عالم انسانیت کے لیے واجب العمل قرار دیا ان نظاموں کو آزادی کا لباس پہنا کر عالمِ انسانیت کے لیے مسیحا کے طور پر پیش کیا کیونکہ اس وقت ان کے متبادل دوسرا کوئی نظامِ زندگی سر اٹھانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔نتیجۃً مغربی مفکرین نے اس آزادی کو پورا کرنے کے لیے روس، برازیل تک اسی آزادی کو متعارف کروایا گیا حتیٰ کہ مسلمان ممالک بھی اسے خوش آمدید کہنے میں کسی سے پیچھے نہ رہے لیکن اس نظام کے پس پردہ مغربی طاقت وقوت کارفرما تھی جنہوں نے اس نظام کے ساتھ ساتھ اہل مغرب کی پیروی کو بھی لازم قرار دیا۔مغربی تصورِ آزادی نے کمیوزم کو شکست دی لیکن آزادی کا یہ مطلب نہیں کہ آپ لوگوں کو آزادی حاصل کرنے کے لیے غلام بنالیں اس سے آزادی اپنے مقاصد کھو دیتی ہے اور ایسی آزادی کسی بھی معاشرہ میں جڑ نہیں پکڑ سکتی۔

آزادی کیا ہے؟

آزادی سے مراد ہر ادارہ قانون کے تحت اور ہر شہری قانون کا پابند ہوتے ہوئے ریاست کے اندر مکمل آزادی کا حامل ہو۔

'' مغرب میں ادارہ ہائے آزادی حکومتی نظام ، پارلیمنٹ، امریکی قوانین ، سپریم کورٹ اور تمام قانونی اداروں پر فوقیت رکھتے ہیں اور حکومتی قوانین کے مرہونِ منت ہیں۔''

اس پیراگراف کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ کو تاریخی حوالے سے معلوم ہوگا کہ مذکورہ آزادی کے ادارے اتفاقی طور پر کئی سال قبل معرضِ وجود میں آئے کیونکہ اصل آزادی ثقافتی بنیادوں پر عوام الناس خود پیدا کرتی ہے ۔

امریکہ میں ایسے اداروں کو مذہبی آزادی اس لیے دی جاتی ہے کہ وہ ادارے دوسال قبل تاریخ سے تعلق رکھتے ہیں اور مذہبی حوالے سے عزت وتوقیر کے قابل سمجھا جاتا ہے اور وہ ادارے انگریزوں نے آزادی کے حوالے سے امریکہ میں متعارف کروائے اور ان کی بنیاد رکھی ۔درحقیقت ان اداروں کو دیگر ریاستی اداروں کے معاملات میں دخل اندازی کا حق نہیں اہل مغرب اور امریکہ میں آزادی کے حوالے سے تبصرہ کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ وہ عالم میں غیرمعمولی اہمیت کے حامل ہیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اہلِ مغرب کی آزادی بھی نظامِ شہنشائیت نے ضبط کر لی۔کلیتاً آزادی کا تصور ہوا۔اہل مغرب کی جزوی آزادی اس لیے متاثر نہیں ہوئی ۔ ١٠٦٦ء سے ان پر کسی غیرقوم نے حکومت نہیں کی۔امریکہ نے برٹش قوانین

کو ورثہ میں حاصل کیا لیکن آزادی کے یہ بلندوبانگ دعوے اس وقت
جھوٹے ثابت ہوئے جب انہوں نے براعظم افریقہ اور برِصغیر پاک و ہند
میں قانونی اور آزادی کے اداروں کو پامال کیا اور لوگوں کو اپنا غلام بنایا ایسی
آزادی جس میں لوگوں کو غلام بننے پر مجبور کیا جائے کیا اسے آزادی کا نام
دیا جا سکتا ہے؟

آزادی کا مغربی تصور

درحقیقت آزادی کے مفاہیم میں تبدیلی آچکی ہے آزادی کے
اداروں کی آزادی دیگر حکومتی اداروں میں دخل اندازی کا حق نہیں
رکھتی۔اہلِ مغرب نے آزادی کے تصور میں اپنا جداگانہ نظریہ قائم کیا ہے اور
وہ نظریہ یہ ہے کہ آزادی سے مراد ہر فرد کی شخصی آزادی بھی حکومتی نظام
آزادی کے ماتحت ہوگی اہل مغرب نے آزادی کے معانی میں تبدیلی کی
ہے ایسی آزادی جو مغربی غلامی پر منتج ہوجاتی ہے۔ ایسی آزادی جس میں
سیاسی، معاشی، سماجی ڈھانچہ مغربی نظام کے ماتحت ہو۔اس آزادی کو مکمل
نظریۂ آزادی کہا جاتا ہے۔اہل مغرب کی یہ آزادی دراصل کمیونزم اور
فاشزم کا دوسرا رخ ہے جس میں لوگوں کو اپنی ثقافت کے مطابق رہنے پر
مجبور کیا جاتا ہے اہل مغرب کے آزادی کے نظریہ کے مطابق پوری دنیا میں
آزادی کی بنیاد اہلِ مغرب نے رکھی ہے اور اب تقلید مغرب کے بغیر انہیں
آزادی نہیں بلکہ انہیں اہل مغرب کی غلامی میں زندگی گزارنی ہوگی دیگر
ممالک کی سیاسی، معاشی پالیسیاں اگر نظریات ان کے مطابق ہوں تو وہ حقیقی

آزادی کے حقدار ہوں گے۔

اہل مغرب نے آزادی کے مفاہیم میں تبدیلی اس وجہ سے کی جب
انہیں کمیونزم اور فاشزم کا مقابلہ کرنا پڑا۔آزادی کے اصل تصورات کو مغربی
کو مغربی معاشرہ کے مطابق تبدیل کیا گیا انہیں اچھا مکان ۔ برہنہ زندگی کی
آزادی ، ایک بڑی امریکن موٹر کار جیسی آزادی کا سبز باغ دکھا کر حقیقی
آزادی سے محروم کردیا گیا۔لیکن اس کو آزادی نہیں کہا جا سکتا۔ایسا نظام
جس لوگوں کو دولت کی ہوس و لالچ اور حریص ہونے پر مجبور کیا گیا ہو مادیت
پرستی، نفسانی خواہشات جیسی آزادی حقیقی آزادی نہیں۔

آزادی کے نظریہ میں تبدیلی کی وجہ

اہل مغرب نے آزادی کے نظریہ میں تبدیلی اس وجہ سے کی ہے
تاکہ آزادی کے نام پر سرمایہ داریت اور اجارہ داری کا فائدہ حاصل کیا
جائے۔اگر غور کیا جائے تو امریکہ اور برطانیہ بھی آزاد ممالک نہیں بلکہ وہ
سرمایہ دار اور اجارہ دار ہیں وہ دیگر ممالک میں اپنا کنٹرول اور اپنا نظام
چاہتے ہیں انہیں اپنے ماتحت غلامی میں رکھنے کے لیے امریکہ اور برطانیہ کے
نظام کو نافذ العمل کرنا ہوگا تاکہ وہ ممالک ان نظا ٴوں کے ماتحت رہیں جو
نظام اہل مغرب ان کے لیے تجویز کریں ان ممالک کے سیاسی، معاشی، اور
معاشرتی معاملات مغرب کی نگرانی میں ہوں تاکہ اہل مغرب ان کے حقوق پر
ڈاکہ ڈال سکیں۔مثال کے طور پر مصری تجارت کی کامیابی امریکی قوانین کے
مصر میں نافذ العمل ہونے سے مشروط ہے جب تک اہلِ مصر امریکہ کے

نظام کو اپنے لیے مناسب خیال نہ کریں تجارتی معاملات میں انہیں امریکہ کے مقابلے میں مقام نہیں دیا جا سکتا۔ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ دیگر مما لک کی آزادی اور ان کا سکھ چین اہل مغرب نے آزادی کے نام پر تباہ کیا۔ ان کے نظام کو مغربی سرمایہ داریت تباہ کرنا چاہتی ہے لیکن یہ آزادی ایک ایسی آزادی کا پیش خیمہ ثابت ہوئی جو جھوٹے کا خاتمہ کرے گی۔ دوسرے الفاظ میں یہ نظام آزادی کا نہیں بلکہ مادی غلام بنانے کا عالمی پروگرام ہے۔

مزید برآں بہت آسانی سے آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اہل مغرب کی پالیسی کس انداز میں اپنا رخ بدل رہی ہے۔اہل مغرب مسلمان مما لک میں کٹھ پتلی مسلمان حکمرانوں کے بل بوتے پر انہیں جمہوریت کے لیے مجبور کر رہے ہیں تا کہ بظاہر وہ جمہوری ہوں مگر وہ ان کے غلام ہوں یہ پالیسی سرد جنگ کے دوران ہی شروع ہو چکی تھی حتیٰ کہ خلیج کی جنگ کے بعد اس میں خاصی تندی آچکی ہے ان مما لک میں مظلوم طبقہ کو خاص اہمیت نہیں دی جاتی ۔اگر وہ غیر ملکی پالیسیوں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں تو ان کی آواز کو میڈیا تک پہنچنے نہیں دیا جاتا۔وزراء کے ذہن مغرب زدہ ہوتے ہیں یہ ایسے لوگ جو اپنا ضمیر مغرب کے ہاتھوں فروخت کرتے ہیں ۔ جنہیں اپنے ملک وقوم سے نہیں بلکہ مغربی مفادات سے دلچسپی ہوتی ہے آزادی انہیں لوگوں کو دی جاتی ہے جو مغربی مادیت پرستی کی زندگی گزارتے ہیں اور وہ اس وفاداری کو عین اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

عالمِ اسلام میں جمہوریت کا مقصد انہیں عالمی منڈی میں استعمال

کرنا ہے تا کہ وہ سرمایہ داریت کی بھینٹ چڑھ سکیں ۔ان مسلم مما لک میں مغربی نظام کی ترویج کا مقصد ان کے وسائل پر قبضہ کرنا ہے ۔ اسلامی مما لک میں سرمایہ کاری کھلے عام بزنس کا مقصد اچھا خام مال عالمی منڈی مغرب کے لیے برآمد کرنا ہے۔مذکورہ مقاصد کی تکمیل کے لیے جمہوریت اسلامی مما لک کے لیے فرض کا درجہ رکھتی ہے۔سوائے سعودی عرب اور مصری صدر حسنی مبارک کے جو انہیں اپنے مما لک کے قدرتی وسائل اور ذخائر کا مالک پہلے ہی بنا چکے ہیں اس طرح جب مسلمان مما لک پر انگریزوں کی حکومت تھی تو جمہوریت جس میں جزوی آزادی کا تصور ہے عام مسلمان سے کوسوں دور تھا۔ اس وقت جمہوریت انگلش بولنے والوں کے لیے خاص تھی لیکن اس وقت اس کا فیضان عام تھا اس کا نتیجہ مسلمان مما لک میں جمہوریت کی ناکامی کی صورت میں ہمارے سامنے ہے ۔انگریزوں کی اسلامی مما لک میں جمہوریت کے لیے کوششیں فقط ان کے ذاتی مفادات ہیں ان کے نزدیک جمہوریت کا مقصد انہیں غلام بنانا ہے الیکشن کی عام اجازت ہے لیکن الیکشن میں ”مقربین“ کے علاوہ اور کوئی شریف آدمی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ وہ لوگ جو حکومت کرنے کا حق رکھتے ہیں انہیں غاغب ، دہشتگرد قرار دلا کر ان کی جگہ اپنے کٹھ پتلی لوگوں کو حکومت کا تاج پہنایا جاتا ہے ۔عورتوں کو آزادی کے نام پر مغربی ثقافت کا دلدادہ بنایا جا رہا ہے اس کی مثال الجزائر ہمارے سامنے ہے جہاں جیتنے والوں کو دہشت گرد قرار دے کر ان سے ان کا حق چھین لیا گیا اور اس کی جگہ آمریت نے لے لی مغربی طرز کی جمہوریت اور آزادی درحقیقت کمیونزم اور فاشزم کا دوسرا رخ ہے۔

تعمیرِ نو کا واحد حل

اسلامی ممالک میں مسلمانوں کو اسلامی جمہوریت اور آزادی کو دوبارہ کیسے بحال کیا جا سکتا ہے؟ جب اہلِ مغرب نے نیست و نابود کیا ہے کیونکہ اہل مغرب حقیقی آزادی کو دنیا میں پھیلتا نہیں دیکھ سکتے۔اور جو آزادی وہ دیکھنا چاہتے ہیں وہ حقیقی معنوں میں آزادی نہیں ہے بلکہ دائمی غلامی ہے اس سوال کا جواب بہت سادہ ہے آزادی کے اداروں کو دوبارہ بحال کرنے کی صورت میں کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ہر ملک کا اپنا ایک ادارہ آزادی ہو۔جس کی بنیاد غیر ملکی قوانین یا ثقافت پر نہیں بلکہ اس کی اپنی ثقافت اور قوانین اس ادارے کی بنیاد ہوں تمام ممالک کو ان کے معاملات میں آزادی کا حق حاصل ہو سب سے بڑا مسئلہ غیر ممالک میں مغربی مداخلت کا ہے کیونکہ مغربی ممالک نے جب ان ممالک میں دخل اندازی کی تو اداروں کو تباہ و برباد کیا جو ان ممالک میں پہلے سے موجود تھے ۔امریکہ ،برطانیہ صرف آزاد ممالک میں سرفہرست ہیں کیونکہ ان ممالک پر غیر ملکی قبضہ نہیں ہوا اور ان کی آزادی کسی بھی غیر قوم سے متاثر نہیں ہوئی جبکہ ان کی وجہ سے اکثر اسلامی ممالک کی تہذیب و ثقافت پر مغربی ثقافت نے اثر ڈالا۔

تیسری دنیا کے ممالک کو اپنی آزادی کے لیے اپنے ماضی سے تعلق بنانا ضروری ہے کیونکہ اس کی ماضی سے لاتعلقی نے انہیں مغربی یلغار کا شکار بنایا۔
اس وقت کئی ممالک اپنی تاریخی ثقافت کا علم نہیں رکھتے کیونکہ ان

کے آزادی کے اداروں کو دورِ غلامی نے تباہ کردیا۔ دورِ غلامی نے روس کے اداروں کو بھی آزادی کے حقیقی نظریہ سے محروم کردیا۔اس دوران انہیں آزادی کسی بھی حوالے سے نہیں دی گئی۔کئی سالہ غلامی نے روس کے تاریخی ورثہ کو تباہ کردیا جو کچھ روس میں واقع ہوا اس کے پسِ پردہ بھی مغرب کار فرما ہے۔بوسنیا میں بھی سیاسی آزادی کی عدم موجودگی نے غیر یقینی صورتِ حال کو دعوت دی بوسنیا کے مسلمان آزادی اور جمہوریت کی اُمید لیے سربوں کی درندگی کا شکار ہوئے اور مغرب تماشا دیکھتا رہا۔

اسلام ہی اپنے شاندار ماضی اور ثقافت کا حامل ہے۔اہلسنت والجماعت کے تعلیمی ادارہ جات شاندار ماضی کی نشاندہی کرتے ہیں اگر اسلامی دنیا میں اپنی اسلامی لائبریری موجود ہو تو اپنی ماضی کی تاریخ کو دوبارہ دہرا سکتے ہیں کیونکہ آزادیِ مسلم آزادی مغرب سے متعلق نہیں بلکہ اسلامی آزادی کی بنیاد ''دینِ اسلام'' کی مرہونِ منت ہے۔

حقیقی آزادی کے ملاحظہ کے لیے وہابیت ،مودودیت اور شیعیت کے تصورات اور تجربات کا رخ کرنا لاحاصل اور بیکار ہے۔کیونکہ ان فرقوں کی کوشش آفاقی اور اسلامی تاریخ کی آئینہ دار نہیں بلکہ ذاتی جاہ و جلالت اور شہنشائیت کا ثبوت ہیں اس کے برعکس اہلسنت والجماعت حقیقی اسلامی آزادی اور شرعی بالادستی کے لیے کوشاں ہیں مذاہبِ اربعہ اس حقیقی آزادی کی بنیاد اور مرکز ہیں ۔مسجدیں اور علماء حقیقی آزادی کی علامت ہیں۔مغربی تباہی سے پہلے صوفیاء کرام حقیقی معنوں میں اسلامی آزادی اور شریعت کی بالادستی کا پیکر تھے ایک اسلامی خاندان کی طرح اس آزادی کو ظاہر کرتے تھے جو اسلام نے انہیں عطا کی تھی۔

سوشل آزادی اور اسلامی آزادی کا تقابلی تصور

سوشیالوجی یعنی عمرانیات جب انسانی آزادی کے متعلق بحث کرتی ہے تو سب سے پہلے اس آزادی کے حصول کے لیے '' آزاد معاشرہ'' کا نظریہ پیش کرتی ہیں جس سے مراد آزادی کو مقامی اداروں کے ذریعے معاشرہ میں متعارف کروایا جائے وہ ادارے معاشرہ میں آزادی کا نمونہ ہیں۔

مغربی نظریہ کے مطابق آزادی سے مراد آزاد کاروبار، آزاد مقامی اتھارٹی، آزاد تعلیمی ادارے اور آزاد سیاسی جماعتیں ہیں۔

لیکن اسلامی نقطہ نظر میں ایک جداگانیت اور نفرادیت موجود ہے۔

اسلامی معاشرہ میں اسلامی خاندان، مساجد، علماء کے مختلف طریقے، شریعتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم آزادی کی بنیادیں ہیں۔اسلامی معاشرہ میں آزادی اسی قدر مضبوط ہوگی جس قدر مذکورہ مراکز اور ادارہ جات مضبوط ہونگے جس سے سِول اسلامی معاشرہ پیدا ہوگا جس کا نتیجہ آزادی کی صورت میں ظہور پذیر ہوگا مسلمانوں کو آزادی کے حصول کے لیے ماضی سے رہنمائی لینا ہوگی ماضی میں اہلسنت نے جو آزادی کے اداروں کی بنیادیں رکھیں ان کو مدنظر رکھنا ہوگا۔سُنی ادارے کیا ہیں؟ سنی ادارے حاکمیتِ خداوندی کا عملی نمونہ ہیں جو حقیقی آزادی کا زندہ ثبوت ہیں۔

آزاد مسلمان کے لیے ہمیں ان اداروں کو مغربی یلغار اور وہابی یلغار سے محفوظ رکھنا ہوگا۔کیونکہ ایک دشمن علی الاعلان اس آزادی کا مخالف

ہے جبکہ دوسرا اسلامی بھیس میں اَسلامی تعمیرِ نو کا لباس پہن کر اس آزادی کو ختم کرنا چاہتا ہے اور وہ اپنی اجارہ داریت قائم کرنا چاہتا ہے۔

اس مقصد کے لیے عملی جدوجہد کرنے والی عظیم شخصیت امام احمد رضا خاںؒ ہیں جنہوں نے اس عظیم مقصد کی حفاظت کے لیے جہاد کیا ہمیں اس مقصد کو مکمل کرنے کے لیے امام احمد رضا خاںؒ کی سیرت سے اور تعلیمات سے روشنی حاصل کرنی چاہیے۔

اگر قوم مسلکِ اہلسنت کے نظریات کو سمجھ لے اور حقیقی اسلامی آزادی کو دنیائے عالم میں نافذ کردیں تو ہمیں مغربی آزادی کے تصورات یا مادیت پرستی ،سرمایہ داریت یا انسانی بنائے ہوئے کسی بھی نظام کی ضرورت نہیں رہے گی۔

فرانس پہلے بھی غلط تصورات رکھتا تھا اور اس کے نظریات مستقبل میں بے بنیاد ثابت ہوں گے۔مسلکِ اہلسنت کی سچائی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے اور وقت اس کی حقیقت سے پردہ اٹھائے گا۔اس نعمتِ خداوندی کے حصول کے لیے امام احمد رضا خاںؒ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

ان راہوں میں کامیابی کے طلب گاروں کے لیے امام احمد رضا خاںؒ نے بنیادی قاعدہ تجویز فرمایا ہے جو کامیابی و کامرانی کی کنجی ہے۔وہ قاعدہ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو دلوں میں جوش اور ولولہ کی شمع روشن کرتے مقاصد کی طرف گامزن کرتا ہے۔

باب نمبر ۷

مذاہب اربعہ پر اعتراضات کا جائزہ

☆ مذاہبِ اربعہ کی تقلید کیوں ضروری ہے؟ جبکہ ہمارا قرآن ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور کعبہ ایک ہیں تو مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی پیروی کیوں ضروری ہے؟

☆ کیا شریعت یہی مذاہبِ اربعہ ہیں؟

☆ اسلام میں مذاہبِ اربعہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

اگرچہ یہ سوالات مشکل ہیں،لیکن اس قدر اہم ہیں کہ اگر ان کی وضاحت نہ کی جائے تو مشکلات میں اضافہ یقینی ہے۔

مذاہب اربعی کی تاریخی حقیقت اور شریعتِ اسلامی کا مبلغ ہونے کی وجہ سے ان مذاہبِ اربعہ کو اپنی تنقید کا نشانہ سب سے پہلے مغرب نے بنایا۔

جب اہلِ مغرب نے دوسو سال قبل ایشیاء میں اپنے مذموم قدم رکھے تو انہوں نے اسلامی مراکز کو تباہ کرنے کے بعد متبادل مغربی نظام رائج کیا ۔ اہلِ مغرب اور غلامانِ مغرب جو مسلمان ہیں ابتداسے ہی ان مذاہب اربعہ کو تنقید کا نشانہ بناتے رہے ہیں۔یعنی مذاہب اربعہ کے مخالفین نہ صرف اہلِ مغرب بلکہ کچھ نام ونہاد مسلمان بھی ہیں۔ کئی اقلیتی فرقے ان مذاہب کی حقانیت کے منکر ہیں ان میں شیعیت اور وہابیت قابلِ ذکر ہیں جنہوں نے ان مذاہب کی تردید کرنے کے بعد ان کی جگہ اجتہاد کی آڑ میں ” نئے مذاہب“ کی بنیاد رکھی۔ ” نئے مذاہب“ کے قیام میں اہلِ مغرب نے ہر

لحاظ سے ان کی سرپرستی کی۔ اس نئے مذہب کی تاریخ آج سے دوسو سال قبل ہے اس کے بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی ہیں جس نے ۱۲۰۰ سالہ پرانے اور قدیم مذاہبِ اربعہ کو خلافِ اسلام اوراپنے نئے مذہب کو جو اس نے اپنے مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کیلئے ”عینِ اسلام“ قرار دیا۔ دوسو سال قبل جب انگریزوں نے اسلام کے خلاف سازشیں شروع کیں۔اور اسلام کی جگہ مغربی نظام کی ترویج کے لیے انہیں کچھ گمراہ ایسے لوگوں کی ضرورت تھی جو اسلام کے تاریخی ورثہ کا انکار کریں۔اس کے لیے وہابی ازم نے اپنی خدمات انگریز کی نذر کیں۔اس طرح اس نے اسلام کے تاریخی ورثہ کو خلافِ اسلام قرار دینے کے لیے بھرپور جدوجہد شروع کی ۔اسلام کے سیاسی ،معاشی، سماجی نظام کا انکار کرتے ہوئے فاشزم اور کمیونزم کے لیے راہیں ہموار کیں انگریزوں کے شانہ بشانہ مذاہبِ اربعہ کی مخالفت میں بعد میں مودودیت اور وہابیت،شیعیت بھی سرگرم ہوگئی۔

جب اہلسنت مذاہب اربعہ کی حفاظت کی بات کرتے ہیں تو اس سے مراد کوئی نیا اسلام نہیں بلکہ اسلام کی حفاظت کرنے والے فقہا ومحدثین اسلام کے علمی ذخیرہ کی حفاظت مراد ہوتی ہے۔وہ علمی ذخیرہ جس کی بنیاد ”دینِ اسلام“ ہے۔اوراس کی تشریح مذکورہ مذاہبِ اربعہ ہیں۔لیکن مخالفین ان مذاہب اربعہ کو نئے دین سے تعبیر کرتے ہیں اور ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔مذاہبِ اربعہ کے مخالفین ہر طرح سے حیلے بہانے تلاش کرنے میں سرگرداں ہیں۔

جس طرح یہ سوال آپ کے سامنے ہے۔

مذاہبِ اربعہ کیا ہیں؟

مذاہبِ اربعہ کی بنیاد شریعتِ اسلامی ہے چاروں مذاہب کی بنیاد قرآن و حدیث ہے ۔چاروں مذاہب کعبۃ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اگر چہ مذاہبِ اربعہ کی فقہی تشریحات مختلف ہیں۔لیکن ان مذاہب کے شرعی قوانین (نصوصِ قطعیات) میں اختلاف نہیں ہے۔اسلامی نظامِ زندگی پر چاروں مذاہب متفق ہیں۔

مذاہب اربعہ اتحادِ اسلامی کی علامت ہیں ان مذاہب میں اختلافات کا تعلق شخصی قوانین سے ہے نہ کہ اجتماعی قوانین سے ۔شریعتِ اسلامی میں تعمیل کے لیے ان مذاہب نے شریعتِ اسلامی کی روشنی میں عام مسلمان کے لیے آسان طریقے وضع کیے ہیں تاکہ چاروں مذاہب میں سے کوئی جس پر بآسانی عمل درآمد ہوسکتا ہو وہ اس مذہب پر عمل کرے اور اپنے آپ کو ایک اچھے مسلمان کی طرح اسلام کا پابند بنائے ۔اگر ایک فقہی مذہب میں تنگی محسوس کرتے ہیں تو اپنی آسانی کے لیے دوسرے مذہب کا مقلد بن سکتے ہیں مگر ایک مذہب دوسرا مذہب روزروز تبدیل نہیں کیا جا سکتا ۔ان مذاہب میں اختلاف ''اختلاف امی رحمۃ '' کی بنیاد پر ہے۔مذکورہ اختلافات باعث نزاع نہیں بلکہ باعث رحمت ہیں دینِ اسلام میں سمجھ اور تفہیم کے لیے ہر مذہب نے اپنی جدوجہد کی ہے اور قرآن وسنت کی روشنی کو اپنے اپنے انداز میں ظلمتوں اور تاریکیوں کو دور کرنے کیلئے اسلام کے نور کو پھیلایا ہے۔

مذاہب اربعہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں اگر کسی مقلد مذہب کو اس فقہی مذہب میں تسکین حاصل نہ ہوئی تو اس کے لیے دوسرا متبادل راستہ بھی نہ ہوتا تو اس اصول کی مخالفت اسلام سے خارج ہونے کا باعث بن سکتی تھی ۔لیکن ان مذکورہ مذاہب نے اس بدقسمتی سے اہل اسلام کو محفوظ کرلیا اور وہ اپنی مرضی سے کسی بھی ایک مذہب کی تقلید میں تعلیماتِ اسلامی پر عمل پیرا ہوسکتا ہے۔

☆ اگر کوئی شخص سوال کرے کہ قرآنِ مجید ایک ہے مذاہب کیوں چار ہیں؟ جواباً عرض ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے۔اور وہ اہل ایمان کو مشکلات سے بچانا چاہتا ہے قرآن ایک نظام ہے اور اہل ایمان کی آسانی کے لیے اس نظام کو چاروں مذاہب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

مذاہب اربعہ کی تاریخی حیثیت

شریعتِ اسلامی ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو نظامِ شریعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کو دیا وہ مکمل ہے نظامِ شریعت کو مفاہیم و اسالیب کے لحاظ سے سمجھنے والی ہستی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعتِ اسلامی سے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تعلیم دی وہ تعلیمات براہِ راست ہم تک نہیں پہنچیں صحابہ کرام نے مرد وعورت دونوں نے اس علمی ورثہ کی روشنی میں اپنے اپنے نقطہ نظر کے مطابق مقدمات اور معاملات کے فیصلے کیے ۔اگرچہ وہ پیغمبر نہ تھے لیکن انہوں نے اپنی آنکھوں سے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا تھا جب وہ شرعی فیصلے کرتے تو ان فیصلوں میں نکتہ نظر کا اختلاف بھی ہوتا (ان کا

اختلاف قرآن وسنت سے متصادم نہ تھا) انہوں نے اپنے فیصلوں اور نکتہ نظر کو تحریری شکل نہ دی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا دیدار کرنے والے ''تابعین'' تھے جنہوں نے صحابہ کرام کے نکتہ نظر اور فیصلوں کو اپنے اپنے انداز میں جمع کیا دوسرے الفاظ میں مذاہبِ اربعہ شریعتِ اسلامی کا نچوڑ ہیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علمی خزانوں کو کتابی شکل دیدی گئی۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے قرآن وسنت کی بنیاد پر جدید انداز سے قیاس کو بھی تفہیم دین کا ذریعہ بنایا۔ نئے نئے مسائل کی تفہیمِ اسلام کے لیے مختلف زاویوں سے کوشش کی لیکن ان کی منزل اسلام کی تفہیم تھی۔ اس کے لیے آسان پیرائے میں یہ مثال دی جا سکتی ہے کہ پیغمبر اسلام نے اس کی پابندی نہیں لگائی ایک سوال کے لیے ایک ہی جواب ہونا ضروری ہے المختصر ائمہ کرام کے مذاہب میں اختلاف نہیں بلکہ ان تمام کی تفہیم دین کے لیے کوششیں مختلف انداز میں ہیں۔ وحی الٰہی کو طریقِ نبوت سے نہیں بلکہ بالواسطہ علمِ نبوت کی روشنی میں سمجھنے کے لیے ائمہ اربعہ نے سمجھنے کی جدوجہد کی۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ ایسا وقت آئے گا۔

اس لیے آپ نے ارشاد فرمایا۔

''اگر میری امت نادانستہ غلطی کا ارتکاب کرے تو اس کے لیے سزا نہیں ہے۔''

بغرض اگر یہ مذاہب اربعہ غلطی پر بھی ہوں تو اس غلطی پر وہ سزاوار نہیں اس کے علاوہ کوئی شخص سوال کر سکتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ایک ہے تو مذاہب کیوں چار ہیں تو جواباً کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری سمجھ اور تعمیل کے لیے کوشش قبول فرماتے ہیں۔اور رہنمائی کے لیے پیغمبر کی عدم موجودگی میں خود آ کر ہمیں رہنمائی نہیں دیتے۔ بلکہ مسلمانوں کے لیے تفہیم دین کو ضروری قرار دیا۔اسی تفہیم دین کو فقہ کہا جاتا ہے تفقہ دین کے لیے فقہا کرام کے فیصلے ''مذاہبِ اربعہ'' کے نام سے مشہور ہیں۔

مذاہبِ اربعہ آمرانہ نظام کی بھی حوصلہ شکنی کرتے ہیں کیونکہ آمرانہ نظام میں ایک فرد کی تقلید ضروری ہوتی ہے جبکہ اسلام نے تعمیلِ احکامِ اسلام کے لیے پوری امت کو فردِ واحد کی تقلید کا پابند نہیں کیا بلکہ انہیں احکاماتِ اسلام کی تعمیل کے لیے انتخاب کا حق بھی دیا۔

☆ مخالفیں ائمہ اربعہ کا یہ اعتراض بھی اکثر و بیشتر عوام الناس کو کشمکش میں مبتلا کرتا ہے۔اگر اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کے لیے آزادیٔ فکر عطا کی ہے تو ہم ان مذاہب کے علاوہ اپنی فکر کی تخلیق کا حق کیوں نہیں رکھتے ہیں۔

اس بے بنیاد اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہم حقیقتاً امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ ،امام مالکؒ ، امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کی پیروی نہیں کرتے بلکہ دینِ اسلام کی پیروی کرتے ہیں۔انہوں نے دینِ اسلام میں مشکل مقامات کی آسان تشریح سے ہمیں آگاہ کیا اس آسان تشریح میں ان کی ذاتی خواہش کا

اسلام میں دخل نہیں ۔مگر انہوں نے ان تشریحات کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رہنمائی حاصل کی اُمتِ مسلمہ کی اکثریت مذہب حنفی کی مقلد ہے ۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی اس کی وضاحت کرتا ہے ارشاد فرمایا۔

''میری اُمت غلطی پر متفق نہیں ہوگی۔''

1400 سال سے امتِ مسلمہ ان مذاہب اربعہ کو مشعلِ راہ بنائے ہوئے ہے ۔مذاہب اربعہ کا نچوڑ مسلکِ اہلسنت والجماعت ہے اس کی برکت سے اہل اسلام نے سینکڑوں سال دنیا پر حکومت کی اور اسلام کی حقانیت کو ثابت کیا۔اس وقت ان ناقدینِ کی تنقید مذاہبِ اربعہ یا اس نظام پر نہیں بلکہ ان کی تنقید کا نشانہ براہِ راست مذہب اسلام ہوگا۔

☆ اس حقیقت سے آگاہی ضروری ہے کہ مذہب حنفی بطور پبلک لاء عثمانیہ اور مغل دورِ حکومت میں نافذ العمل رہا ہے اور مذکورہ ادوار میں اس کی انفرادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا اس طرح دیگر مذاہب ثلثہ کے پیروکار بھی سینکڑوں سال سے ان مذاہب کی تقلید میں رضائے خداوندی کے حصول میں کامیاب ہوتے رہے ہیں ۔درحقیقت ناقدینِ مذاہب کا مقصد اسلام کے نظام حیات سے چھٹکارا حاصل کرنا اور اس کے متبادل مغربی قوانین جو ہر طرح سے مادر پدر آزادی پر مبنی ہیں انہیں نافذ کرنا چاہتے ہیں ۔اس مقصد کے لیے کئی بار کوشش بھی کی گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں کامیاب نہیں ہونے دیا ۔وہابیہ نے ان مذاہب کے متبادل اپنے آپ کو بطورِ مجتہد مطلق پیش کرنے کی کوشش کی ہے ۔لیکن کہاں وہ تابعین اور کہاں مغرب زدہ نام نہاد

جاہل مسلمان ،تابعین کے اجتہاد کا مرکز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جبکہ ان نئے اور جاہل مجتہدینِ اسلام کی تشریح و توضیح کی بنیاد مغربی نظام ہے جو اسلام کی اشاعت نہیں بلکہ اس کی تبدیلی پر منتج ہوگا۔

☆ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اس فقہ کی نشاندہی کرتا ہے فرمایا'' میری امت میں ۷۳ فرقے ہوں گے ان میں سے ایک فرقہ جنتی اور دیگر اہل جہنم ہوں گے اور وہ جنتی گروہ میرے اور میرے صحابہ کے مقلد ہوں گے۔''

اس فرمان کی روشنی میں یہ جائزہ لیا جا سکتا ہے کہ آئے روز ان مذاہب اربعہ کی مخالفت میں اضافہ'' السواد الاعظم '' سے علیحدگی اور اپنے اپنے نظریات پر مشتمل چھوٹے چھوٹے گروپوں کی تشکیل اسی فرمان کی زد میں آتے ہیں مذاہبِ اربعہ شریعتِ اسلامی کا مکمل خزانہ ہیں اس دور میں اجتہاد اس اسلامی علمی ورثہ میں اضافہ نہیں بلکہ شریعتِ اسلامی میں تبدیلی کا باعث بنیں گے مذاہبِ اربعہ کے علاوہ نئے مذاہب کی تشکیل اہل جہنم کے ۷۲ فرقوں کی تشکیل ہوگی۔

☆ شیعہ نے دعویٰ کیا کہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے ''آیت اللہ'' کو دینِ اسلام میں تبدیلی احکام کا اختیار حاصل ہے۔ اسی طرح اسماعیلی شیعہ اور اہلِ تشیع کے دیگر گروپوں نے بھی اجتہاد کے لیے من گھڑت اور فرسودہ فرمودات عوام الناس کے سامنے پیش کیے ۔ جو جوازِ اجتہاد میں مددگار ثابت ہوسکتے تھے۔

وہابیہ نے بھی اس میدان میں بہت ٹکریں ماریں بلکہ وہ مذاہبِ اربعہ کے علاوہ نیا مذہب خامس تشکیل کرنے میں مصروف ہیں۔مودودیت نے بھی اجتہاد کو اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے لیے فرض قرار دیا اور دینِ اسلام میں من پسند تشریحات و توضیحات کی ابتدا کی۔مگر اہلسنت والجماعت بحیرِ ذخار کی طرح ہیں اور ان کی بنیاد مذاہب اربعہ کی تعلیمات ہیں جبکہ دیگر فرقوں نے اس ناجی گروہ کے علاوہ چھوٹی چھوٹی جماعتیں تشکیل دیں جس کا نتیجہ گمراہ اور باطل ۷۲ فرقوں کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔

اہل تشیع کے لیے عرض ہے کہ ائمہ کرام جن میں یقینی اہل تشیع ضروری قرار ہوتے ہیں اہلسنت والجماعت مذکورہ ائمہ میں پوری طرح یقین رکھتے ہیں وہابیہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو دیگر ائمہ کرام پر فوقیت دیتے ہیں جبکہ انہیں معلوم ہونا چاہیے حضرت امام احمد بن حنبلؒ اہلسنت والجماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔

کعبۃ المکرّمۃ امتِ مسلمہ کا ایک مرکز ہے۔مذاہب اربعہ کو کعبۃ المکرّمہ کی مثال دینے والوں کے لیے وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کو ۷۲ فرقوں سے بچانے کے لیے امتِ مسلمہ کے چار فقہاء کی تقلید میں عملی اسلام عطا فرمایا۔ان مذاہب کے علاوہ کسی اور مذہب کی تشکیل بدعت کا باعث بنے گی جو گمراہی ہوگی۔مذاہبِ اربعہ کے منکرین نے حضرت امام ابوحنیفہؒ سے اعلیٰ ذہانت کا بھی دعویٰ کیا مغرب زدہ اور جاہل '' جدید مفکرینِ اسلام'' امام اعظمؒ سے زیادہ عالم وفقیہ ہونے اور شریعتِ اسلامی میں ان سے زیادہ علم رکھنے کا باطل دعویٰ کیا۔ہر طرف سے ناکامی کا سامنا

کرنے کے بعد منکرینِ مذاہب اربعہ نے مجبور ہوکر ان مذاہب اربعہ کی حقانیت کو تسلیم کیا لیکن اس میں مزید تبدیلی کا بھی جواز پیش کیا ان کا یہ دعویٰ اگر سچا بھی تسلیم کرلیا جائے تو پھر بھی وہ تشریح و توضیح کے لیے صحبتِ صحابہ،صحبتِ تابعینِ قرونِ اولیٰ اور اعلیحضرتؒ بریلوی جنھوں نے دینِ اسلام کا عملی نمونہ پیش کیا ان جیسے مبلغ علوم کے مقابلے میں کن کن کو پیش کیا جائے گا۔

حقیقت میں جیسا کہ عرض کرچکا ہوں کہ مذاہبِ اربعہ ناقابلِ تبدیل ہیں۔جدید مسائل کے حل کے لیے ان مذاہب میں اتنی زیادہ لچک موجود ہے کہ آپ جدید مسائل کو ان کی روشنی میں حل کرسکتے ہیں۔

مثلاً مذاہب اربعہ میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی مخالفت کہیں بھی نہیں اور نہ ہی نظامِ سلطنت کے لیے انتظامات کو خلافِ اسلام قرار دیا بلکہ نظامِ مملکت کی بہتری کے لیے انتظامات کو ضروری قرار دیا لیکن مذکورہ نظام کو سلطنت میں نظامِ شریعت کی بالادستی میں کام کرنا ہے اور براہِ راست یہ انتظامات مشینری شریعت سے متصادم نہ ہو۔

مذاہبِ اربعہ کا عملی نمونہ

مذاہبِ اربعہ نہ صرف نظریاتی طور پرلا محدود ہیں بلکہ تاریخِ اسلام گواہ ہے کہ ہزار سال سے زیادہ ،حالات کی تبدیلی ، تہذیبوں میں اختلافات، اور اختلافاتِ سلطنت اور مختلف نظام ہائے زندگی نے ان مذاہب پر منفی اثر نہیں ڈالا ۔ بلکہ اس سارے عرصہ میں اسلامی ممالک میں مذاہب

اربعہ کو بغیر کسی مشکل اور ناکامی کے نظامِ شریعت کے لیے بنیادی قانون کا درجہ حاصل رہا ہے۔مختلف رنگ ونسل کی ثقافتوں ، علماء، محدثین ، تعلیم یافتہ ار مہذب لوگ ان مذاہب کی بالا دستی میں زندگیاں بسر کر چکے ہیں حتیٰ کہ امام غزالیؒ جیسی ہستیوں نے بھی ان مذاہب کے علاوہ کسی مذہبِ خامس کا مطالبہ نہیں کیا۔

ہمیں اس حقیقت کو نہیں بھلانا چاہیے کہ ان مذاہب کی تاریخ میں آج تک مغربی دشمنانِ اسلام نام ونہاد اور کٹھ پتلی مسلمانوں کے علاوہ ان مذاہب کی حقانیت کو کبھی بھی چیلنج نہیں کیا گیا۔اہلِ مغرب کی ان مذاہب کی مخالفت درحقیقت اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے مترادف ہے۔

مخالفینِ مذاہبِ اربعہ جب ان مذاہب کی مخالفت کرتے ہیں اس کی بنیادی وجہ ان کے مغربی آقاؤں کا حکم ہوتا ہے جب مغربی دشمنا ن ان کی حقانیت کو چیلنج کرتے ہیں تو مشرقی سکالرز اور مغربی عیسائی مبلغین کے ان فرمودات کو اسلام کا نام لینے والے بھی دہرانا شروع کردیتے ہیں آج ہم اسلام کے دورِعروج میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور اس کی تعمیرِ نو کے لیے ہمیں ان مذاہب میں تبدیلی نہیں بلکہ ان مذاہب کی روشنی میں امتِ مسلمہ کے لیے منفرد مقام حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہمیں ان زریں اصولوں پر فخر کرنا چاہیے اس قدر علمی مواد اور منفرد نظامِ اسلامی کا ضخیم مواد عیسائیت اور یہودیت کے پاس نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ غلبہ عیسائیت کے دوران بھی وہ اسلام کے ان سنہری اصولوں کا خاتمہ نہیں کر سکے۔عیسائیت

اور یہودیت میں زندگی کی سانس باقی نہیں رہی کیونکہ ان کے مذاہب کے پاس ان کیلئے کوئی علمی مواد موجود نہیں ہے جو ان کی حفاظت کر سکے جبکہ اسلام کی حفاظت کے لیے ایک نہیں چار مضبوط دیواریں موجود ہیں۔

مذاہب اربعہ کی روشنی کو مزید پھیلانے کی ضرورت ہے اس موضوع پر قارئین کے لیے علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے مختصر وقت اور مختصر اور موضوع کا ساتھ نہیں دیتے ۔تاہم قارئین جان لیں کہ اسلامی تہذیب کے حصول کا ذریعہ صرف اورصرف مذاہبِ البعہ ہیں۔

مسلمانوں کے حقیقی دشمن وہ لوگ ہیں جو ان کے مذہب میں تغیر وتبدل کے ذریعے انہیں اپنے جاہلانہ اورفرسودہ نظام کا غلام بنانا چاہتے ہیں وہ انہیں فرمانبرداری خدا سے دور کرنا چاہتے ہیں اور مذاہبِ اربعہ سے چھٹکارا دلا کر انہیں اپنا غلام بنانے پر تُلے ہوئے ہیں ۔مذاہبِ اربعہ چھوڑنے کی صورت میں مسلم ممالک میں نظامِ مغرب کی حکمرانی ہوگی نظام مغرب کی حکمرانی میں اہلِ اسلام کو مغربی یلغار کے سامنے جھکنا پڑے گا ۔حتیٰ کہ اہلِ مغرب تشکیلِ قانون میں نعوذ باللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا بھی دعویٰ کریں گے ۔

ان غاصبانہ، متعصبانہ مقاصد سے دائمی نجات کے لیے مذاہبِ اربعہ کی تقلید کی ضرورت ہے جو نہ صرف ہمیں زندگی کی راہوں میں صراط مستقیم پر گامزن کرتے ہیں بلکہ غیر قوموں کی گمراہیوں اور سازشوں سے بھی آزادی دلاتے ہیں اب بھی اگر کوئی مسلمان سوال کرے ایک قرآن، ایک کعبہ،ایک

رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے باوجود مذاہبِ اربعہ کیوں ہیں؟ جواباً عرض ہے کہ مذاہب اربعہ ایک قرآن، ایک کعبہ، اور ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی حفاظت کے لیے اور اہل اسلام کو اسلام دشمنوں سے آزادی دلانے کے لیے ہیں اور انہیں حاکمیتِ خداوندی میں رحمتِ خداوندی کے لیے نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیروکار بنانا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون کی انگریزی کتاب The Rule of Allah Alone کا یہ سلیس ترجمہ ہے ڈاکٹر صاحب کی اس کتاب میں شامل ابواب پہلے مقالات کی شکل میں رضا اکیڈمی کے ارگن و دی اسلامک ٹائمز، میں شائع ہوئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے احقر کی فرمائش پہ یہ مقالات قلم بند کیے ہم اہلسنت کو اس جانب بہت کام کرنے کی ضرورت ہے مگر کام کون کرے گا؟ جبکہ ہمارے صاحبانِ علم وفضل کے پاس وقت ہی نہیں ہے۔

ہم دعوت دیتے ہیں اہل سنت کے علم وفضل رکھنے والے بزرگوں کو وہ آگے بڑھیں اور اس ابتدائی کام کو آگے بڑھائیں اور جدید لوگوں کو دکھائیں کہ اہل سنت کا نظام کیا ہے! ہم اس امید کے ساتھ یہ سطور ختم کرتے ہیں۔صلاحِ عام ہے یارانِ نقطہ داں کیلئے

آخیر میں حضرت مولانا محمد منشا تابش قصوری صاحب کے مشکور ہیں کہ انہوں نے کتابت و چھپوائی کے تمام مراحل بہت محنت سے طے کیے اور کتاب کو چھپوایا۔

حضرت سبحان رضا سجادہ نشین بریلی، حضرت مولانا محمد منشا تابش قصوری

کا مشکور ہوں مولانا کی دعاؤں سے اور ڈاکٹر مولانا عبدالنعیم عزیزی، مولانا محمد آسمعیل صاحب کا مشکور ہوں جنھوں نے ترجمہ کیا نیز محمد افضل حبیب، محمد صابر، محمد سلیمان، حافظ محمد عالم اور دیگر احباب بھی شکریہ کے مستحق ہیں جنھوں نے اعلیٰ حضرت کے مشن کو آگے بڑھانے میں ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔

فقط

محمد الیاس قادری کشمیری (برطانیہ)

AHLE SUNNAT BOOKS

No.	Title	Author	Price
1.	The Holy Quran (Translation in English)	By Imam Ahmad Raza Khan	£13.99
2.	The Supreme Prophet	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.99
3.	Al-Mawlud-un-Nabwiyyah	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.00
4.	Bay'at And Khalafah	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.99
5.	Sufism in Perspective	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.00
6.	Parents Obligations to Children	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
7.	The Path to Muslim Recovery	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.00
8.	The Essentials of the Islamic Faith	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
9.	Forty Hadiths on the Intercession of the Prophet	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.50
10.	Iman And Islam	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.75
11.	The Importance of the Relics in Islam	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.00
12.	Islamic Concept of Knowledge	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
13.	Penalty for Insulting the Prophet	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
14.	Salam on the Holy Prophet	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
15.	The Necessity of Zakat	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
16.	The Importance of Muslim Charity (Sadaqat)	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.00
17.	The Qadianis are Kafir	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
18.	The Islamic Concept of Tawheed and Risalat	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
19.	Childrens Obligation to Parents	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.99
20.	Western Science Defeated by Islam	By Imam Ahmad Raza Khan	£6.75
21.	Religious Poetry (Hadaiq-e-Bakhshish)	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.00
22.	The Peaceful Way	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.50
23.	Ilm-e-Ghaib for the Prophet	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.75
24.	Hasam-al-Haramain (Sword of the Two Holy Places)	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
25.	A Journey of Faith Time (To MakkahAnd Madinah)	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.75
26.	Creation of the Angels	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.25
27.	Divine Vision of the Holy Prophet and the Miraj Journey	By Imam Ahmad Raza Khan	£4.50
28.	True Islamic Concept of the Caliph and Caliphate	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.50
29.	Hayat-al-Amwat (The Life of the Dead)	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.00
30.	Can We Ask for Help from other than Allah	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.50
31.	Islam And the Paper Currency Notes	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
32.	The Compilation of the Quran	By Imam Ahmad Raza Khan	£1.75
33.	Is It Lawful to do Azan at the Graveside	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.75
34.	Basic Islamic Beliefs	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.00
35.	Were There Wahabiyya During the Time of the Holy Prophet	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
36.	Noor and Shadow (One)	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.50
37.	Noor and Shadow (Two)	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
38.	Does the Soul Return	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.00
39.	Ya Rasool Allah	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
40.	The Noor of the Prophet	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.75
41.	Caliphate of Abu Bakr And Ali	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.00
42.	Refutation of Rawafiz (Shias)	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.00
43.	Iman of the Prophet's Parents	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.50
44.	Islamic Decree on Heretic Groups	By Imam Ahmad Raza Khan	£2.50
45.	Fatwa-al-Haramim	By Imam Ahmad Raza Khan	£3.25
46.	Search for the Truth (Part 1)	By Imam Ahmad Raza Khan	£12.00
47.	Search for the Truth (Part 2)	By Imam Ahmad Raza Khan	£12.00

Raza Academy
138 Northgate Rd, Edgeley, Stockport, SK3 9NL, UK.
Tel: 0161 477 1595. Tel/Fax: 0161 291 1390. Email: islamictimes@aol.com

AHLE SUNNAT BOOKS

No.	Title	Author	Price
48.	Search for the Truth (Part 3)	By Imam Ahmad Raza Khan	£12.00
49.	Search for the Truth (Part 4)	By Imam Ahmad Raza Khan	£12.00
50.	Search for the Truth (Part 5)	By Imam Ahmad Raza Khan	£12.00
51.	Question and Answer	By Imam Ahmad Raza Khan	£4.50
52.	Eid Milad-un-Nabi	By Dr. Muhammad Haroon	£3.00
53.	Islam and the Limits of Science	By Dr. Muhammad Haroon	£3.00
54.	The Holy Quran: Final Message for Humanity	By Dr. Muhammad Haroon	£3.00
55.	The world Importance of Imam Ahmad Raza	By Dr. Muhammad Haroon	£3.00
56.	Ghausul Azam Shaikh Abdul Qadir Jilani	By Dr. Muhammad Haroon	£3.00
57.	Islam And the Rule of the Allah Alone	By Dr. Muhammad Haroon	£3.99
58.	Islam And Punishment	By Dr. Muhammad Haroon	£3.99
59.	A Warning to Muslims About Hizbul Tahrir And al-Muhajeroon	By Dr. Muhammad Haroon	£2.00
60.	Why I Accepted Islam (The best introduction to Islamic faith and politics)	By Dr. Muhammad Haroon	£3.00
61.	Islam And Women	By Dr. Muhammad Haroon	£2.75
62.	Islam And Alcohol	By Dr. Muhammad Haroon	£1.50
63.	Modem Islamic Education And Imam Ahmad Raza	By Dr. Muhammad Haroon	£2.99
64.	The Social Structure of Islam	By Dr. Muhammad Haroon	£2.00
65.	Surah Yasin with Commentary in English	By Dr. Muhammad Haroon	£2.00
66.	The Islamic Concept of State	By Dr. Muhammad Haroon	£3.00
67.	The Reform Policy of Imam Ahmad Raza Khan	By Dr. Muhammad Haroon	£3.00
68.	The Roots of Islamic Fundamentalism	By Dr. Muhammad Haroon	£2.50
69.	Islamic Modernism And Fundamentalism	By Dr. Muhammad Haroon	£2.99
70.	A Warning to Muslim About Qadianis	By Dr. Muhammad Haroon	£2.50
71.	The Sinlessness of the Holy Prophet	By Dr. Muhammad Haroon	£2.00
72.	The Importence of 1912 Programme of Imam Raza	By Dr. Muhammad Haroon	£3.50
73.	Light for the Worlds (Illustrated for the Children)	By Omar Mir	£3.75
74.	The Prophet for Mankind	By Prof. G.D.Qureshi	£3.00
75.	Belief And Islam	By Mawlana Khalid	£3.00
76.	Sufi Struggle And Imam Raza	By Prof. A.Hamid	£2.00
77.	Milad-un-Nabi And Arab Ulama	By Muhammad Faruque	£2.00
78.	Miracles of the Holy Prophet	By Dr. Z.F Ilyas	£1.50
79.	Islam For Children	By M.I Kashmiri	£2.00
80.	What is Defination of Bid'at in Islam	By Mufti Ahmad Yar Khan	£2.00
81.	The Reviver of Islam	By Muhammad Khetab	£2.00
82.	Sunni Movement in British India And Imam Raza	By Prof. Allahbakhsh	£5.00
83.	Virtues of the Islamic Months	By Dr. Z.F Ilyas	£2.50
84.	Sunni Path	By Ahmad Pasha	£3.00
85.	The Great Helper (Illustrated Childrens Book)	By Omar Mir	£3.00
86.	The Political, Social and Economic Strategy of Imam Raza	By Prof. A.Hamid	£2.00
87.	Should Muslim Celebrate the Holy Prophet's Birthday	By M. Afaq Kayani	£2.00
88.	The Hazar-o-Nazar Prophet	By Dr. Gibril Fuad Haddad	£3.99
89.	Atribute to Imam Ahmad Raza Khan by A Convert	By Amina Baraka	£4.99
90.	Imam Ahmad Raza And British Converts to Islam	By Ahmad Y.Andrews	£2.00
91.	Confessions of a British Spy	By Siddiq Gumus	£3.99
92.	Imam Ahmad Ahmad Khan, Life And Work	By Dr. Abdul Naim Azizi	£3.50
93.	Modem Islamic Education And Imam Ahamad Raza	By Prof. A.Hameed	£2.99

Raza Academy
138 Northgate Rd, Edgeley, Stockport, SK3 9NL, UK.
Tel: 0161 477 1595. Tel/Fax: 0161 291 1390. Email: islamictimes@aol.com

AHLE SUNNAT BOOKS

No.	Title	Author	Price
94.	Imam Raza, his Maslak and Raza Academy, UK	By Dr. Abdul Naim Azizi	£2.00
95.	Salah (Prayers And Namaz book For whole family)	By Dr. Ahmad Ali	£3.99
96.	Islamic Mannars And Morals	By Muhammad Anwar	£3.99
97.	Hazrat Khawajah Garib Nawaz	By Dr. Moinuddin Kapadia	£3.00
98.	Hazrat Nawshahi Ghanj Bakhsh Qadri	By Dr. Moinuddin Kapadia	£3.99
99.	Importance of Milad	By Imam Qastalani	£3.00
100.	The Milad of the Holy Pophet	By Imam Suyuti	£2.00
101.	Hazrat Imam Azam Abu Hanifa	By Prof. Dr. M Raza	£2.00
102.	Forty Hadiths Saying -La-Illaha-Illillah'	By Muhammad Ramzan	£3.00
103.	80 Hadiths on Unseen Knowledge of the Holy Prophet	By Dr. Gibril Fuad Haddad	£2.00
104.	Suffism: The Essence of Islam	By Shaikh Hisham Kabani	£2.50
105.	The Signs of Day of Judgement	By Dr. M. Abdullah	£2.75
106.	The Rightly Guided Caliph	By Prof. M. Fiaz Ahmad	£3.00
107.	A Refutation of Ihsan Illahi Zahir	By Dr. Gibril Fuad Haddad	£2.00
108.	The Holy Prophet is Noor	By Prof. Muhammad Khalid	£2.00
109.	The Holly Prophet's Birthday	By Dr. Isa al-Humayri	£2.00
110.	Imam Hussain And His Martyrdom	By Abdul Muhmood	£3.00

Raza Academy
138 Northgate Rd, Edgeley, Stockport, SK3 9NL, UK.
Tel: 0161 477 1595. Tel/Fax: 0161 291 1390. Email: islamictimes@aol.com

اُجالوں کا سفر

رضا اکیڈمی انٹرنیشنل کی بنیاد شیخ الاسلام الشیخ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کو جدید تقاضوں کے مطابق خوبصورت شائع کر کے ساری دنیا کے لوگوں تک پہنچانے کے لیے حضرت علامہ مولانا الحاج پیر محمد الیاس قادری چھتروہی کشمیری مدظلہ العالی نے 1979ء انگلینڈ میں رکھی۔ الحمد اللہ رضا اکیڈمی انٹرنیشنل نے اپنا 25 سالہ طویل سفر مسلسل محنت اور جدوجہد کے ساتھ کامیابی سے مکمل کیا۔ اس مختصر سے عرصے میں پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون (مرحوم) ایم۔ اے پی ایچ ڈی کیمرج یونیورسٹی نے 1988ء میں اسلام قبول کرنے کے بعد شیخ الاسلام امام احمد رضا خاں کی تعلیمات کو پڑھنا شروع کیا اور اس قدر آپ کی طرز تحریر سے متاثر ہوئے کہ پھر آپ نے اپنے دوسو مقالات اور بیس کتب انگریزی زبان میں انہیں تعلیمات کی روشنی میں پیر محمد الیاس قادری صاحب کی رہنمائی سے تصنیف فرمائیں۔ ڈاکٹر محمد ہارون امام اہلسنت شیخ الاسلام امام احمد رضا خاں سے اس قدر متاثر تھے کہ اور بہت کچھ آپ کی تعلیمات کے بارے میں لکھنا چاہتے تھے لیکن اسی دوران 1998ء میں آپ کا وصال ہو گیا۔

رضا کمپلیکس کا قیام موجودہ وقت کی اہم ضرورت ہے اور رضا اکیڈمی انٹرنیشنل کے اہم مقاصد میں سے ایک ہے رضا کمپلیکس کو قیام میں لانے کا دارینہ خواب شرمندہ تعبیر میں لانے کے لیے کام کا آغاز ہو چکا ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم اور نبی پاک ﷺ کی نظرِ عنایت سے بہت جلد مکمل ہو گا۔ رضا کمپلیکس میں مختلف تحقیقی شعبہ جات کے ساتھ ساتھ رفاعی کام بھی سرانجام دیے جائیں گے

رضا اکیڈمی انٹرنیشنل اب تک تقریباً 150 کتب انگلش اور اُردو میں خوبصورت میعار کے مطابق مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے شائع کر چکی ہے اور مستقبل میں بے شمار کتب کو شائع کرنے کا عزم اور جذبہ رکھتی ہے اس لیے رضا اکیڈمی انٹرنیشنل کے تمام اراکین مبارک باد کے مستحق ہیں۔

اے رضاؔ ہر کام کا اِک وقت ہے   دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

حافظ محمد وسیم رضا قادری

RAZA ACADEMY
INTERNATIONAL
138, Northgate Road, Stockport, UK. Tel: 0161 477 1595
Tel/Fax: 0161 291 1390 E-mail: islamictimes@aol.com

Desined & Printed by: illmi Publishers Lahore. 0300-4541210